دسمبر 2013ء

صفر المظفر 1435ھ

ماہنامہ

المرشد

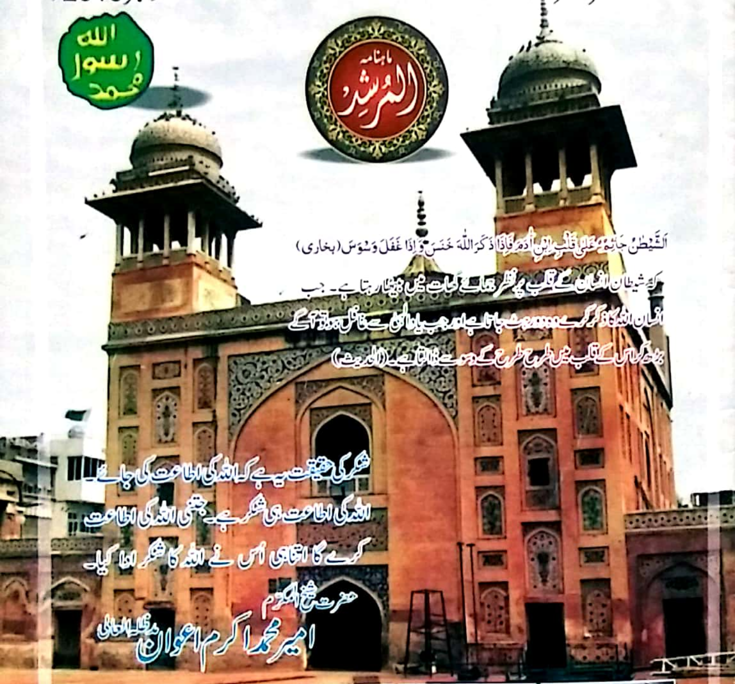

اَلشَّيْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ (بخاری)

کہ شیطان انسان کے قلب پر نظر جمائے گھات میں بیٹھا رہتا ہے۔ جب انسان اللہ کا ذکر کرے وہ دور ہٹ جاتا ہے اور جب یادِ الٰہی سے غافل ہو تو آگے بڑھ کر اس کے قلب میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔ (الحدیث)

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے۔ اللہ کی اطاعت ہی شکر ہے۔ جتنی اللہ کی اطاعت کرے گا اتنا ہی اُس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت شیخ المکرم

امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

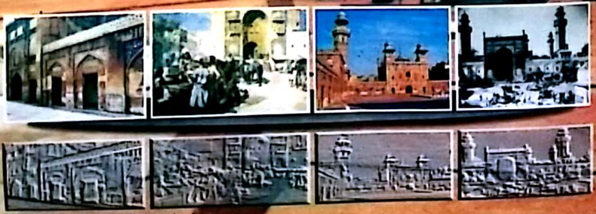

Wazir Khan Masjid (Lahore)

تصوف

تصوف اور شیخِ کامل

مادی لحاظ سے آج کے ترقی یافتہ دور میں جب ہر طرف مصروفیت اور مشغولیت کا ایسا عالم ہے کہ کسی او رکام کی فرصت ہی نہیں۔ جہاں لوگوں پر فرائض واجبہ ادا کرنے مشکل ہو رہے ہیں وہاں تصوف کی بات کرنا، اس کے حصول کے لئے وقت نکالنا ان پر کیا اضافی بوجھ نہیں ہے؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ تصوف حصولِ خلوص کا نام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب دل کسی چیز کی طرف راغب ہو جاتا ہے تو انسان اس کام کو پورے شوق اور محنت سے سرانجام دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب دل صاف ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حضوری کی لذت چکھ لیتا ہے تو عبادات بوجھ نہیں لگتیں بلکہ ہر سجدہ، ہر رکوع ایک نئی کیفیت دل پر وارد کرتا ہے۔ اس پر نقد انعام وصول کرتا ہے یعنی بے حیائی اور فحاشی سے بچنے کی قوت پاتا ہے اور نیکی اور بھلائی کا ذوق حاصل کرتا ہے۔

ذکر اللہ کے انوارات سے تزکیہ باطن (تصوف) کا عمل ہر آن جاری رہتا ہے اور ہر دنیوی عمل بھی عبادت کا درجہ پا جاتا ہے۔ ان کیفیات و انوارات کا حقیقی سرچشمہ قلب اطہر رسول اللہ ﷺ ہے۔ شیخِ کامل انہی کیفیات و انوارات کا امین ہوتا ہے۔ اس کے قدموں میں دل ڈھیر کر دینے والا اپنی حیثیت کے مطابق اپنا دامن بھر لیتا ہے۔ اسی لئے تزکیہ باطن کے مسافر کا سب سے قیمتی اثاثہ شیخ کامل ہے جس کے طفیل دلوں کو برکات نبوت کی ترسیل ہوتی ہے اور تصوف کی دولت ملتی ہے۔ یہی وہ نور ہے جو قیامت میں مومن کی رہنمائی کرے گا اور دنیا ہی وہ جگہ ہے جہاں سے یہ دولت حاصل کر کے دارِ آخرت لے جانا ہے لہٰذا دنیا کی مشغولیتوں سے اس کے لئے فرصت نکالنے کا موقعہ بھی یہی ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

دسمبر 2013ء، صفر المظفر/1435ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 04

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	3
اداریہ	ابوالاحمدین	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقۂ ذکر		7
بیان ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	8
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	15
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	22
سوال جواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	27
حقوق والدین		33
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	40
بچوں کا صفحہ	ع خان: لاہور	42
مساعی جمیلہ	الاخوات، لاہور	45
ذکر قلبی (بطریق پاس انفاس)	مولانا محمود خالد، بہاولپور	48
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan	54
A LIFE ETERNAL CH:20	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

مکھی کی مثال

کفار سے جب قرآن کے اس دعوےٰ کا کہ لاؤ اس کی مثل اگر لا سکتے ہو، جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے، اللہ کا کلام ہوتا تو مچھر اور مکھی جیسی ادنیٰ مخلوق کا ذکر کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ قرآن میں بتوں کی بے بسی اس طرح بیان ہوئی کہ اُن سے اگر مکھی بھی کوئی شے چھین لے تو اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے چہ جائیکہ تمہاری حاجت براری کریں۔ مکھی کے ذکر سے بتوں کا عجز بیان کرنا مقصود تھا۔ مگر یار لوگوں نے بات نکالی کہ لو اور دیکھو مکھیوں تک کا ذکر ہے اور کہتے ہیں اللہ کا کلام ہے بھلا اللہ کو اُس کی کیا ضرورت تھی۔

اگرچہ اعتراض بے محل تھا مگر پھر بھی جواباً ارشاد ہوا کہ اللہ مکھی اور مچھر کے ذکر سے بھلا کیوں شرمائے، اگرچہ اپنے حجم میں تو یہ چھوٹی سی مخلوق ہے مگر بلحاظ صنعت تو بہت بڑی صنعت ہے اور اس کی قدرت پر گواہ۔ اپنی زندگی گزارنے کے سارے اسلوب جانتی ہے مچھر اپنے لئے غذا حاصل کرتا ہے، گھر بناتا ہے، انڈے اور بچے پیدا کرتا ہے اپنی مرضی سے اُڑتا اور بیٹھتا ہے۔ اتنے ننھے سے جسم میں اس قدر سمجھ اور اتنے احساسات کو کس نے جمع کر دیا ہے۔ اس کے ایک ایک پر میں رگ و ریشے اور ان کی کارکردگی دیکھو۔ مکھی کے ذرا سے سر میں تو دیکھو، دو آنکھیں جن میں ایک میں تقریباً اٹھارہ ہزار آنکھ ہے۔ کس کی قدرت پر گواہی دے رہی ہیں کون ہے، جس نے مکھیوں کو شہد کا چھتہ بنانا سکھایا۔ پھولوں سے رس لے کر شہد بنانا، ملکہ کا انتخاب اور اس کی اطاعت میں رہنا یا اپنی نسل کو باقی رکھنے کی تدابیر کرنا سکھایا ہے۔ بھلا اس میں شرمندہ ہونے کی کیا بات ہے یہ تو خود عظمت باری پہ گواہ ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ قرآن کریم کے ارشادات ابر رحمت کی مثل ہیں، جیسے بارش یکساں نور و برکت لے کر نازل ہوتی ہے مگر جہاں اس کے سبب باغوں میں پھول کھلتے ہیں وہاں گندگی کے ڈھیروں سے عفونت بھی اُٹھتی ہے۔ اسی طرح قرآن سے مومنین تو راحت و سکون پاتے ہیں اور بدکاروں کو کچھ بھائی نہیں دیتا بلکہ اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس گمراہی کا سبب اُن کا فسق و فجور بنتا ہے

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○

سورۃ التکویر کی انتہائی مختصر ان دو آیات کی اثر آفرینی اور وسعت کا یہ عالم ہے کہ صدیوں قبل زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کے اندوہناک تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے تو اس کے ساتھ ہی یوم محشر قائم ہونے والی عدالت کی ہیبت بھی طاری ہو جاتی ہے۔ اے معصوم! تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا! صرف تین الفاظ جن میں سوال بھی ہے اور جواب بھی پنہاں، ماضی کی تصویر بھی ہے اور مستقبل کا نقشہ بھی لیکن آج کے حالات پر بھی یہ آیات اسی طرح محیط ہیں۔ لاہور میں خونی ڈور نے دو سالہ معصوم پری نور کی گردن تن سے جدا کر دی! اسے کس جرم کی پاداش میں خون میں نہلا دیا گیا؟ ایسے بیسیوں واقعات کے باوجود اس خونی کھیل کی ہوس اور اس کے حق میں میڈیا پر مہم! یوم محشر کون کون مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوگا؟ سکولوں اور بازاروں میں دہشت گردی کے واقعات میں کتنے ہی پھول پتی پتی بکھر جاتے ہیں! کس جرم میں یہ پھول سے بدن چیتھڑے بن گئے؟ یوم محشر جب ان کا مقدمہ پیش ہوگا تو کون مجرم ہوگا اور کون شہید؟

ہماری آج کی معروضات کا تعلق بھی ایک ایسی ہی صورتحال سے ہے جس کی میڈیا پر کچھ عرصہ قبل خوب تشہیر ہوئی۔ پے در پے رونما ہونے والے ان واقعات میں انسانی درندوں نے انتہائی کم سن بچیوں کو شیطانی ہوس کی بھینٹ چڑھا کر ثبوت مٹانے کی خاطر قتل کر دیا یا زندگی اور موت کی کشمکش میں چھوڑتے ہوئے راہ فرار اختیار کر لی۔ یہ صورتحال اس لحاظ سے انتہائی تشویشناک ہے کہ ان واقعات کا تعلق کسی ایک دو جگہ سے نہیں بلکہ ملک کے مختلف شہروں سے تھا جو اس بات کی علامت ہے کہ برائی کا یہ ناسور پورے ملک میں پھیل چکا ہے۔ سنسنی پیدا کرنے کے لئے میڈیا نے ان دلخراش واقعات کی تفاصیل تک بیان کیں لیکن یہ تجزیہ نہ کیا کہ اخلاقی گراوٹ کی اس حد تک پہنچانے میں وہ کون کون سے عوامل ہیں جو کئی سال سے کام کر رہے ہیں اور اب اس کا تدارک کس طرح ممکن ہے؟

تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟ کیا یہ سوال ان معصوم بچیوں سے نہیں ہوگا جنہیں ہوس کے شیطانی کھیل میں انتہائی اذیت پہنچا کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس ربِ غیور کی غیرت اور جلال کا کیا عالم ہوگا جب ان نوخیز کلیوں کو درندگی سے مسل دیئے جانے کا مقدمہ پیش ہوگا! کیا یہی سوال نہیں پوچھا جائے گا کہ کس جرم میں تیرا خونِ ناحق ہوا، اور تیرے مجرم کون ہیں؟ کیا وہ سب لوگ جنہوں نے معاشرے کی موجودہ اخلاقی گراوٹ میں حصہ ڈالا، مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نہ ہوں گے؟

- ☆ وہ سب جو نوجوان نسل کے سفلی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔
- ☆ وہ قلم کار جو ہمہ وقت بدکاری کے متعفن لاشے کو جاذب نظر بنانے میں مصروف ہیں۔
- ☆ وہ جو ناپختہ ذہنوں کو اخلاق باختہ فلموں اور ڈراموں کے ذریعے برائی کی راہوں پر ڈال رہے ہیں۔
- ☆ وہ تمام ادارے جو کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کے آزادانہ اختلاط کا ذریعہ بن رہے ہیں۔
- ☆ ہر وہ سوداگر جو ہوس دولت میں عریاں ماڈلز اور اخلاق باختہ اشتہارات کے ذریعہ فحاشی پھیلا رہا ہے۔
- ☆ ہر وہ ادارہ جس کا کام فحاشی کے اس طوفان کو روکنا تھا لیکن وہ لاتعلق ہے یا معاونت کر رہا ہے۔
- ☆ ہر وہ شخص بشمول والدین اور اساتذہ جو نئی نسل کی اخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہے لیکن اس فریضہ سے پہلوتہی کر رہا ہے۔
- ☆ وہ اربابِ اختیار جو میڈیا پر غیر ملکی شوبز کے عریانی اور فحاشی سے بھرپور حصوں کی نمائش کے ذمہ دار ہیں۔

کیا یہ سب اللہ کی عدالت میں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نہ ہوں گے؟ خوب سوچ لیں، ہیبت الٰہی کے سامنے وہ کیوں کر کھڑے ہو سکیں گے؟ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ فرمانِ الٰہی نہ صرف مدنظر رہے بلکہ ہمارا میڈیا اس کی خوب تشہیر کرتے ہوئے اصلاحِ احوال میں اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کرے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط

بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ (سورۃ النور آیت 19)

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشانِ منزل
متاعِ فقیر		سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدۂ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا"۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

غزل

چاند کا ملنا اگر موقوف ہوگا رات پر
اپنے دن راتوں پہ ہم قربان کرتے جائیں گے

عمر ساری کاٹ دی راہوں پہ مانند گدا
وہ کبھی گزریں گے تو احسان کرتے جائیں گے

دل کی بستی کو بسایا ہے عجب امید پر
اک نظر ڈالیں گے وہ ویران کرتے جائیں گے

ہم نے درد عشق پایا زندگی کو ہار کر
اس کو ہم بزم جہاں میں دان کرتے جائیں گے

شمع جل اٹھے تو پروانوں کو آکر دیکھنا
موت کا اپنی وہ خود سامان کرتے جائیں گے

خون بہہ کر بھی لکھے گا نام تیرا خاک پر
اپنے ہی قاتل کو ہم حیران کرتے جائیں گے

اک نظر سیماب جی ہو جائے اپنے حال پر
عمر بھر ہم اس عطاء پر مان کرتے جائیں گے

اقوالِ شیخ

1۔جب انسانوں کے گناہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور انسان نادم ہونے کی بجائے گناہوں کو ہی پسند کرتا ہے تو تباہی آتی ہے۔

2۔صوفی گوشہ نشین نہیں ہوسکتا۔کیا خوشبو کسی گوشے میں بند ہوسکتی ہے؟

3۔تصوف کا حاصل یہ ہے کہ طلب الٰہی میں کھرے سے کھرا پن آتا چلا جائے۔شخصیت ظاہر و باطن میں نکھر جائے کوئی تکدر نہ رہے۔

4۔انسان کا اللہ سے رشتہ ہی یاد کا ہے۔بندہ اپنے مالک کا شکر بھی تب ہی ادا کر سکتا ہے جب اس کی یاد اس کے دل میں ہو۔

5۔یہ تو زمانہ ایسا ہے کہ کوئی بندہ آج صحیح عقیدے پر فوت ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے۔اعمال تو کجا اب تو عقائد خرافات کی زد میں ہیں۔

6۔موت ان کے ساتھ ہی آئے گی جن کے ساتھ آدمی زندگی گذارتا ہے۔یہ تو ممکن ہی نہیں کہ زندگی مے خانہ میں بسر ہو اور موت کعبہ میں آئے۔

7۔اگر کوئی ذاکر بھی ہے، ولی اللہ بھی ہے۔صاحب کشف بھی ہے تو بہت کم خوش نصیب ہوں گے جو اپنی بڑائی کے جال سے نکل جائیں۔

8۔دین بھی جب پیشہ بن جاتا ہے، معاش کا ذریعہ بن جاتا ہے تو اس کے تقاضے بدل جاتے ہیں پھر اللہ کی رضا کے بجائے لوگوں کی خوشی مقصود ہو جاتی ہے کہ جن باتوں سے لوگ راضی ہوتے ہیں وہی کرتے رہو۔

9۔قرب الٰہی کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ جتنا اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے اتنا اس کی عظمت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور اپنے کچھ نہ ہونے کا احساس ہوتا ہے، اپنی حیثیت کا پتہ بھی چلتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح **تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ** کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

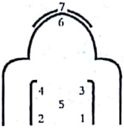

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرشِ عظیم سے جا ٹکرائے۔

بیان ماہانہ اجتماع

6 اکتوبر 2013

لطیفہء قلب ذریعہء علم

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O وَ اللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (78)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ۔

چودہویں پارے سورہ النحل میں یہ ارشاد باری ہے، فرمایا: اللہ کریم نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حالت میں پیدا فرمایا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے، پھر اس نے تمہارے لئے سننے اور دیکھنے کی قوت عطا فرمائی۔ اور دل میں دل کی گہرائی میں ایک لطیفہ ربانی عطا فرمایا تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرسکو۔ اللہ کریم نے یہاں علم کے تین بنیادی ذرائع ارشاد فرمائے۔ سمع بصارت اور اَفْئِدَۃ یا فواد۔ دل میں ایک لطیفہ ربانی ہے جو عالم امر سے ہے آدمی کے سیکھنے کے طریقے دو ہی ہیں یا وہ دیکھ کر سیکھتا ہے یا سن کر سیکھتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر جاننے کے ذریعے ہیں اور علم کہتے ہیں جاننے کو۔ لکھنا پڑھنا ایک الگ صفت ہے آپ جو کچھ جانتے ہیں اسے لکھ کر محفوظ کرسکتے ہیں۔ جو پڑھنا جانتا ہے وہ اسے پڑھ کر آپ کے علوم سے واقف ہوسکتا ہے۔ علم کو آگے منتقل کرنے کا ذریعہ لکھنا اور پڑھنا ہے۔ فی نفسہٖ لکھنا پڑھنا علم نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذریعہ ہے۔ آپ علم کو آگے منتقل کرتے ہیں اگلے آپ سے اس کو سیکھتے ہیں۔ بنیادی ذرائع سمع اور بصارت ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں جو بچہ جہاں پیدا ہوتا ہے وہاں کی زبان بغیر سکھائے سیکھ جاتا ہے صرف والدین سے سن کر سیکھتا ہے وہاں کے حالات دیکھ کر سمجھ جاتا ہے۔ یہ دو ذرائع تو وہ ہیں جو ہر انسانی بچہ استعمال کرتا ہے۔ ہر انسان استعمال کرتا ہے اور استعمال کرتا رہتا ہے زندگی بھر نئی سے نئی چیزیں جانتا رہتا ہے۔ سنتا رہتا ہے۔ نئی سے نئی چیزیں دیکھتا رہتا ہے اور عمر بھر اس کا علم بڑھتا رہتا ہے۔ چیزوں کے بارے میں اس کی تحقیقات بڑھتی رہتی ہیں۔ چونکہ سمع اور بصارت دونوں مادی ذرائع ہیں لہٰذا یہ دونوں مادی علوم کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ دنیا بھر کے مادی علوم ان سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اَفْئِدَۃ قلب کی گہرائی میں، دل میں ایک لطیفہ ربانی ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ علوم الٰہیات حاصل کرتا ہے۔ مادی علوم سمع وبصارت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ کی ذات، اس کی صفات، اس کا نظام، اس کی قدرت کاملہ، دنیا اور اس کا انجام، افعال واعمال اور کردار اور نتائج، نتائج پر اثرات جاننا، آخرت کو سمجھنا، عظمت الٰہی کو پانا اَفْئِدَۃ کا کام ہے اور یہ اَفْئِدَۃ لطیفہ ربانی ہے جو صرف انسان کو عطا ہوا ہے۔ سمع وبصارت ہر ذی روح کو اللہ نے دی ہے اور وہ اپنی حیثیت اپنی استعداد کے مطابق اپنی ضرورت کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے لئے جو چیزیں اسے چاہئیں وہ سیکھتا ہے۔ یہ (سمع وبصارت) جانوروں میں بھی ہے، پرندوں میں بھی ہے اور آبی جانوروں میں بھی ہے غرض ہر جاندار میں جہاں روح ہے وہاں سمع وبصارت بھی ہے اپنی زندگی بسر کرنے کا طریقہ ہر چیز سیکھ لیتی ہے لیکن قلب میں لطیفہ ربانی جو ہے یہ صرف انسان کو ودیعت ہوا ہے اور

یہ ودیعت ہوا ہے عظمت الٰہی کے، معرفت الٰہی کے پانے کے لئے، اس دنیا کے آگے جو حقیقی دنیا ہے اسے پانے کے لئے۔ قوت سمع وبصارت کے ذریعے تمام عالم سے سیکھا جاتا ہے لیکن اَفْئِدَۃ صرف انبیاءؑ سے علوم حاصل کرتا ہے کیونکہ اللہ کی عظمت ومعرفت کے علوم کے امین انبیاءؑ ہیں۔ اس (اَفْئِدَۃ) میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ جتنا اسے علوم کا عطا کرنے والا، جتنا اس فن کا کوئی ماہر یا بلند ہستی ہوا تنے فیوضات وبرکات وہ حاصل کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر انبیاءؑ پر، نبیؐ پر، ایمان لے آئے اور نبیؐ کی محبت پائے تو یہ ایک نگاہ میں شرفِ صحابیت پہ فائز ہو جاتا ہے۔ اتنا کچھ ایک نظر میں حاصل کر لیتا ہے کیونکہ وہ دینے والی ہستی بہت بلند ہوتی ہے۔ انبیاءؑ کے منازل بہت بلند ہوتے ہیں۔ مقام نبوت عظیم تر مقام ہے۔ اسی طرح صحابہؓ کی صحبت پائے تو تابعیؒ بن جاتا ہے۔ تابعین کی صحبت پائے تبع تابعیؒ بن جاتا ہے۔ یہ تین طبقے ایسے ہیں یہ تین ہستیاں اس قدر قوی ہوتی ہیں کہ ان کی ایک نگاہ یہ سارا کام کر جاتی ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کی باری آتی ہے جنہوں نے یہ برکات حاصل کیں تو ان سے انہیں محنت مجاہدہ کر کے حاصل کرنا پڑا جیسے سن کر علم حاصل کرنا یا پڑھ کر حاصل کرنا ذریعہ علم بنتا ہے اور حاصل کرنا پڑتا ہے اسی طرح معرفت الٰہی پانے کے لئے اس لطیفہ ربانی پر محنت کرنا پڑتی ہے۔ جس طرح پڑھنے کے لئے کوئی تحریر چاہئے کہ آپ پڑھ کر سیکھ سکیں، سننے کے لئے کوئی آواز چاہئے کہ آپ اسے سن کر حاصل کر سکیں اسی طرح اس لطیفہ قلب کے لئے بھی ایک ہستی چاہئے جو اسے روشن کرے، جو آنکھیں کھولے، جو اسے علوم عطا کرے اور معرفت الٰہی سے آشنا کرے۔ یہ ایک ایسی عجیب نعمت ہے اور اللہ کریم کا اتنا بڑا انعام ہے کہ دنیا ومافیہا، جو کچھ دنیا میں ہے اس کے مقابلے میں ہیچ ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ مادی نعمتوں کے حصول کے لئے ہے مادی حالات کو جاننے کے لئے ہے، اور جسم کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہے لیکن کیا انسانی زندگی صرف جسم کو پالنا، اولاد پالنا یا گھر بنانے تک محدود ہے؟ نہیں اس کے نتائج ہوں گے کہ زندگی کس انداز سے گزاری۔ اس پر اس کی دائمی زندگی کا مدار ہے، اخروی زندگی کا مدار ہے۔ اس کے مطابق اس سے سلوک کیا جائے گا۔ اور اخروی زندگی کی اگر خبر ہی نہ ہو جان ہی نہ پائے تو اس کے لئے تیاری کیا کرے گا۔ لہٰذا ساری اصلاح احوال کا مدار اس اَفْئِدَۃ پر، لطیفہ ربانی میں ہے۔ اس پر ہے کہ جتنا یہ مضبوط ہوگا، جتنی اس میں زندگی ہوگی، جتنی اس میں قوت ہوگی جتنا یہ حقائق کو جانے گا اسی قدر دنیوی زندگی بھی بہتر ہوتی چلی جائے گی اور آخرت کی زراعت بھی بنتی چلی جائے گی۔ دنیوی زندگی کیا ہے؟ یہ ایک زراعت ہے جو آخرت کے لئے ہے جو کچھ دنیا میں کرتا ہے جو کچھ سوچتا ہے جو کچھ سنتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے جو کردار اپناتا ہے اسی کھیتی کا پھل کاٹے گا۔ لوگوں کی اکثریت محض ان دو ذرائع ہی کو ساری زندگی استعمال کرتی رہتی ہے۔

کفر تو ایسی مصیبت ہے کہ جب تک وہ ایمان نہ لائے یہ لطیفۂ ربانی زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں موجود رہتا ہے، ایمان لانے کی استعداد موجود رہتی ہے اور وہ مکلف بھی ہے کہ اپنی سمع وبصارت سے دیکھ کر اور سن کر فیصلہ کرے اور اللہ کے نبیؐ پر ایمان لائے۔ تو نورِ ایمان جو ہے یہ اس لطیفہ قلب کو حیات بخشتا ہے۔ اب حیات تو جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس میں بھی ہے اور جو دنیا بھر کے علوم میں ماہر ہوتا ہے اس میں بھی ہے۔ تو حیات کے بعد ہر کوئی سیکھتا ہے، آگے چلتا ہے، چیزوں کو جانتا ہے، ان کے نفع ونقصان کو جانتا ہے ان کے اثرات اور ان کے نتائج سے آگاہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ لطیفۂ قلب بھی زندہ ہو جائے تو پھر اسے مزید معلومات کی اور مزید تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ یہ معرفت الٰہی کو پا سکے، حقائق کو جان سکے اس کی ضروریات کو جان سکے اور اپنی چند روزہ دنیوی زندگی اس کے مطابق بسر کرے تا کہ آخرت میں اسے عظمت نصیب ہو، اللہ کا قرب نصیب ہو اور اللہ کی بخشش نصیب ہو۔ لیکن بڑے دکھ کی بات یہ ہے

کہ بہت کم لوگ اس ذریعہ علم کو استعمال کرتے ہیں لوگوں کی اکثریت جو ہے وہ ان ہی دو مادی ذرائع کو استعمال کر کے مادی زندگی بسر کر کے رخصت ہو جاتی ہے اسی لئے فرمایا۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سورۃ سبا:13)

بہت قلیل بہت تھوڑے میرے بندے ہوتے ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں اور شکر کیا ہے اس پر علماء کرام نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے لیکن حق یہ ہے کہ شکر نہ کر سکنا ہی شکر ہے۔ یہ جان لینا کہ میں شکر ادا نہیں کر سکتا یہ شکر ہے۔ اور بھی بہت سے اقوال ملتے ہیں لیکن شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اللہ کی اطاعت ہی شکر ہے۔ جتنی اللہ کی اطاعت کرے گا اتنا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اطاعت کے لئے جاننا شرط ہے ہے ایک آدمی نیکی کرتا ہے نیک کام کرتا ہے تو اس کے لئے جاننا شرط ہے کہ نیکی کیا ہے برائی کیا ہے، بھلا کیا ہے، برا کیا ہے، کیا اچھا ہے، کیا اچھا نہیں ہے؟ جانتا ہوگا تو اچھے کام منتخب کر کے اس پر عمل کرے گا اسی طرح انسان مکلّف ہے کہ سمع وبصارت کے ساتھ ساتھ اس تیسرے ذریعہ علم کو اختیار کرے۔ حقیقی علم کو پانے کا جو ذریعہ ہے اسے بھی استعمال کرے۔ یہ ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں انسان لطیفہ قلب پر محنت نہ کرے صرف سمع وبصر پر رہے تو یہی مادی چیزیں اس پر بھی غالب آجاتی ہیں اور وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسے استعمال کرے اس پر محنت کرے اور اللہ کے قرب کی کیفیات نصیب ہوں تو پھر یہ سمع وبصارت پر غالب آتا ہے پھر اچھی چیزیں دیکھ کر بندہ خوش ہوتا ہے اور برائی دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اچھی بات سن کر اسے سکون ملتا ہے اور بری باتیں سننے کو اس کا جی نہیں چاہتا۔ بری بات سننے سے بھی پرہیز کرتا ہے۔ ان کا آپس کا رشتہ یہ ہے کہ جو جتنا طاقتور ہوگا وہ دوسرے پر بھی اثر انداز ہوگا، اور اسے مغلوب کر دے گا۔ تو اب سوچیے، آپ اندازہ کیجیے کہ اس بھری دنیا میں کتنے لوگ ہوں گے جو اس لطیفہ ربانی کو جانتے ہیں یا سمجھتے ہیں یا اس پر محنت کرتے ہیں یا اس کے ذریعے علوم آخرت یا حقیقی علوم تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہت تھوڑے خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جو اس تک پہنچتے ہیں اور اس پر محنت کرتے ہیں اور حقیقی زندگی یہی ہے کہ اس ذریعہ علم کو زندہ کیا جائے۔ اسے استعمال کیا جائے اس سے استفادہ کیا جائے اور اس کے مطابق کردار کو ڈھالا جائے تو اللہ کا شکر ادا کرنے کا انداز بھی یہی ہے۔

آپ آنکھ پر اگر پٹی باندھ لیں اور وہ برسوں بندھی رہے تو برسوں بعد کھولیں گے تو آنکھ میں بینائی نہیں ہوگی۔ کان بند کر دیں اور برسوں بند رہیں اور کھول بھی دیں گے تو اس میں قوت سماعت نہیں رہے گی۔ ایک بازو کو آپ گلے سے لٹکا دیں، باندھ دیں کچھ عرصہ بندھا رہے گا تو وہیں رک جائے گا اس میں حرکت نہیں رہے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زندگی بھر اس لطیفہ ربانی کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا اور اسے زندہ کرتا ہی نہیں اس پر محنت ہی نہیں کرتا تو یہ بھی رفتہ رفتہ مرجاتا ہے ختم ہو جاتا ہے بیکار ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا اللہ کریم فرماتے ہیں يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (الاعراف:198) آپ ﷺ کی طرف نظریں تو گھماتے ہیں آپ ﷺ کو دیکھ نہیں پاتے۔ وجود عالی تو انہیں نظر آتا تھا سمجھتے تھے ہمارا ایک قریشی بھائی، جس کا نام محمد (ﷺ) ہے حضرت عبداللہ کے فرزند ہیں مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں لیکن انہیں محمد رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آتے۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے آپ ﷺ کی بات یہ سن نہیں پاتے۔ ان کے کانوں میں پردے دے دیئے گئے ہیں تو آپ ﷺ کی آواز مبارک تو سنتے تھے، ناراض ہوتے تھے، اعتراض کرتے تھے لیکن اس میں جو اصل مفاہیم تھے ان کو پانے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے کہ انہوں نے اپنے اس اَفْئِدَة کو مردہ کر دیا تھا

بیکار کر دیا تھا۔ اس میں استعداد ہی نہیں رہی تھی تو مسلسل غفلت سے بھی یہ مردہ ہو جاتا ہے، اور اس میں پھر استعداد نہیں رہتی اور یہ بہت سخت سزا ہے اللہ کریم کی طرف سے اور زندگی بھر اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں تو یہ بہت بڑی ناشکری شمار ہوتی ہے بہت بڑی ناشکری۔

اللہ کریم فرماتے ہیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَO تا کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو، سمع کو استعمال کرو، بصارت کو استعمال کرو اور اَفْئِدَۃ کو جو لطیفہ ربانی ہے، جو قلب میں ہے، اسے استعمال کر کے علوم حاصل کرو۔ تم ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو کچھ نہیں جانتے تھے پھر تمہیں جاننے کے لیے یہ تین ذرائع عطا فرمائے سمع، بصارت اور اَفْئِدَۃ۔ تم شنوائی، سے قوت سماعت سے سیکھتے ہو بصارت سے سیکھتے ہو، بہت بڑے بڑے عہدے پاتے ہو، حکومتیں اقتدار پالیتے ہو، دولت جمع کر لیتے ہو، طبقہ امراء میں آجاتے ہو، زندگی کی سہولتیں اپنی پہنچ اور اپنی حیثیت کے مطابق حاصل کرتے ہو، دنیا میں دولت اقتدار اور چیزوں کے پیچھے تگ ودو کرتے ہو اور حاصل کرتے ہو۔ اگر یہ سمع و بصارت نہ ہوتی نہ سیکھتے، نہ جانتے تو کیسے ان کے لئے دوڑتے۔ یہ سمع و بصارت ہے جس نے یہ چیزیں تم پر آشکار کیں اور تم ان کے پیچھے دوڑتے ہو اسی طرح اَفْئِدَۃ حصول علم کی تیسری قوت ہے تیسرا ذریعہ علم ہے۔ سمع و بصارت مادی علوم حاصل کرتے ہیں دنیا میں بدن کی ضروریات کی تکمیل اور انسان کے دنیوی ارادوں کی تکمیل کے ذرائع اور وسائل حاصل کرتے ہیں لیکن یہ اَفْئِدَۃ اور یہ لطیفہ قلب یہ بہت اعلیٰ اور سب سے قیمتی ہے کہ یہ علوم الٰہیات حاصل کرتا ہے، عظمت الٰہی کو پاتا ہے معرفت الٰہی کو حاصل کرتا ہے اور قرب الٰہی کی تمنا اس میں جاگتی ہے جس کا واحد ذریعہ اللہ کا شکر ہے۔

جتنی کامل، جتنی پر خلوص، جتنی دل کی گہرائی سے اطاعت کی جائے گی اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پورے خلوص اور دل کی گہرائی سے اطاعت کی جائے۔ اطاعت شکر ہے اور عدمِ اطاعت ناشکری ہے۔ ناشکری کو ہی کفر بھی کہا گیا ہے تو اگر اس پر نظر کی جائے تو الحمدُ للہ بے شمار لوگ ہیں جنہیں اللہ کریم نے نور ایمان عطا فرمایا۔ کافر کی تو اس میں بحث ہی نہیں ہے۔ کافر کو تو آخرت سے سروکار ہی نہیں ہے۔ لطیفہ قلب سے سروکار ہی نہیں ہے اس نے تو قناعت کر لی سمع و بصارت پر اور مادی چیزوں پر اسی دار دنیا پر اور اسی کی نعمتوں پر وہ تو قانع ہو گیا، اسے اس سے زیادہ کی جستجو ہی نہ رہی۔ نورِ ایمان جنہیں نصیب ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے نام ہیں، بڑے بڑے عالم ہیں، بڑے بڑے جاننے والے ہیں اور عام مسلمان بھی۔ ان میں سے ہر شخص بہت سی چیزیں سن کر یا پڑھ کر جان لیتا ہے، اہل علم سے سنتا ہے اسی سب کے باوجود کتنے لوگ ہیں جنہوں نے اَفْئِدَۃ کو استعمال کیا ہے۔ کم از کم میں نے جتنا کچھ دیکھا ہے اللہ کریم نے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، تفاسیر، احادیث کی شرح، اسلامی علوم جتنی کتابیں میری نظر سے گزری ہیں میں نے کسی میں اَفْئِدَۃ کی بحث نہیں پڑھی یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ بندہ دین میں آ کر، اسلام میں آ کر، مسلمان ہو کر پھر بھی ان ہی دو ذرائع پر قناعت کر جائیں۔ آپ بہت بحثیں پڑھیں گے کہ ایسی بات سننی چاہیے، ایسی نہیں سننی چاہیے، اچھی بات سنی جائے، بری نہ سنی جائے۔ اچھائی دیکھی جائے، برائی کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ بری چیزیں، برے واقعات دیکھے بھی نہ جائیں۔ برائی دیکھنا ہی منع ہے۔ لیکن ان ساری بحثوں کے ساتھ اس تیسرے ذریعہ علم پر جو حقیقی ذریعہ علم ہے اگر اس کے نتائج ہمیشہ کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں اور جس پر پوری دنیوی زندگی کا بھی مدار ہے کہ اگر یہ زندہ اور بیدار نہیں ہوگا، تو انسان دنیا کی نعمتوں کے حصول کے پیچھے عمر بسر کر دے گا ساری عمر یا پیسہ جمع کرنے کی سوچتا رہے گا، یا کہیں اقتدار و قار حاصل کرنے کی سوچتا رہے گا اسی میں عمر بسر کر دے گا اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ میں نے اس پر کوئی بحث پڑھی نہیں ہے میری نظر سے نہ گزری

ہوگی۔ ہاں صوفیا نے اس پر بحث کی ہے ایک طبقہ ہے پوری امت میں صوفیا کا، ذاکرین کا، اللہ اللہ کرنے والوں کا، جنہیں علماء باطن کہتے ہیں۔ انہوں نے شروع سے آخر تک بحث ہی اس پر کی۔ اب صوفیاء کی کتابیں، بزرگوں کی کتابیں، اہل اللہ کی کتابیں، علماء باطن کی کتابیں دیکھیں گے تو ان میں بنیادی بحث ہی اس پر ہے۔ اور سمع وبصارت کی بات وہ ضمناً کرتے ہیں اور یہی صحیح طریقہ ہے لیکن میں نے علماء ظواہر کو بھی دیکھا ہے کہ وہ ان کی اس بحث پر گرفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ انہوں نے فالتو بات چھیڑدی اس کی ضرورت کیا تھی، یہ درست نہیں ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ قرآن کریم اس کو اہم ترین ذریعہ علم کے طور پر ارشاد فرماتا ہے آپ اگر اسے اہم نہ سمجھیں تو سمع وبصارت کے برابر تو ذریعہ علم خواہ مخواہ سمجھنا پڑے گا قرآن نے اسے اسی صف میں شمار کیا ہے۔ فرمایا، جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ تمہارے لئے سماعت بنائی بصارت بنائی تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اَفْئِدَة بنایا تو یہ تینوں کو برابر توجہ تو کم از کم دی جائے۔ تینوں میں سے جو ایک نہیں ہوگا دنیا میں بھی کان اگر نہیں رہیں تو آدھا ذریعہ علم ختم ہو جاتا ہے۔ آنکھیں نہ رہیں تو بہت بڑا ذریعہ علم ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ لطیفہ قلب نہ رہے تو پھر یہ تو اہم ترین ذریعہ علم ہے کہ عظمت الٰہی اور معرفت الٰہی کو جاننے کی انسان کو جو استعداد دی گئی ہے اور اس نے اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے انبیاءؑ پر اور اللہ کا کلام جیسے موسیٰؑ پر ہوا۔ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء:164)

حضرت موسیٰ اللہ کے کلیم تھے۔ انہیں اللہ سے باتیں کرنے کا شرف حاصل تھا۔ بارہا میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے سنا آپؒ فرماتے تھے کہ اللہ کا کلام صرف کان نہیں سنتے تھے کہ اللہ کی طرف سے ارشاد ہوتا اور موسیٰؑ کے کان سنتے بلکہ ہر جزو بدن سنتا تھا، ہر ذرہ بدن کلام کو سنتا تھا۔ نبی ﷺ ایک ایسی ہستی ہیں جنہیں اللہ کریم نے ساری مخلوق میں بے مثل اور بے مثال پیدا فرمایا ہے وہ حسن ظاہر ہو، قد وقامت ہو، لب ورخسار ہوں، ہر چیز آپ ﷺ کو بے مثل عطا ہوئی ہے۔ دوسرے کسی انسان کو ویسی عطا نہیں ہوئی۔ سب سے افضل ترین، سب سے اعلیٰ سمع وبصارت بھی آپ ﷺ کی، آپ ﷺ کا دماغ بھی سب سے اعلیٰ تھا لیکن جب قرآن کریم نازل ہوتا ہے تو قرآن کریم فرماتا ہے عَلٰى قَلْبِكَ (البقرہ:97) آپ ﷺ کے لطیفۂ قلب پہ نازل ہوا یعنی کلامِ الٰہی کو وصول کرنے کا آلہ نہ کان ہیں نہ آنکھ ہے وصول علم کے دوسرے ذرائع نہیں ہیں یہی لطیفۂ قلب ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب اطہر پر، اسی لطیفہ ربانی پر، قرآن نازل ہوا ورنہ حضور ﷺ کا دماغ عالی افضل ترین دماغ تھا۔ دماغ ذریعہ علم ہے اس پر بھی کلام الٰہی نازل ہوسکتا تھا۔ فرمایا نہیں۔ اللہ کا کلام عَلٰى قَلْبِكَ آپ ﷺ کے قلب اطہر پہ وارد ہوتا ہے، قلب اطہر پہ نازل ہوتا ہے۔ اب اس کلام سے مستفید ہونے کے لئے بھی یہی لطیفہ ربانی چاہیے۔ جن کے لطائف میں یہ صفت ختم ہو چکی تھی یا ان کا یہ لطیفہ مر چکا تھا انہیں آپ ﷺ سے سن کر اور نفرت پیدا ہوتی تھی محبت کے بجائے الٹا اثر ہوتا تھا کہ وہ آلہ جو حق سننے اور قبول کرنے کے لئے ہے ہی نہیں ایک آدمی کی سماعت بند ہے اس کے سامنے راگ الاپتے رہیں اور اس کے سامنے خوبصورت باتیں کریں اسے کیا فرق پڑتا ہے، ایک آدمی کی نظر ہے ہی نہیں اس کے سامنے آپ دنیا بھر کے خوبصورت نظارے لے آئیں اسے کیا فرق پڑتا ہے۔ اسی طرح قلب جب مر جاتا ہے لطیفۂ ربانی جس میں ہے جب یہ اپنی استعداد کھودیتا ہے تو پھر اس کے سامنے انبیاء کے ارشادات اور اللہ کا کلام بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے لوگ ہیں جن کا اللہ کا کلام پڑھے بغیر دن نہیں گزرتا۔ کوئی چیز دو عالم میں اللہ کے کلام سے بڑھ کر قیمتی، اللہ کے کلام سے بڑھ کر شیریں، اللہ کے کلام سے بڑھ کر لذیذ نہیں تو پھر یہ

اعلیٰ چیز گھروں میں طاقوں میں رکھی ہے، ریشمی غلافوں میں رکھی ہے، فرصت کیوں نہیں ہوتی کہ اسے دیکھا جائے، پڑھا جائے، سمجھا جائے؟ سمع و بصارت ہے لیکن سمع و بصارت کو اس سے کچھ لذت نہیں ملتی اس لئے کہ لذتیں نصیب ہوتی ہیں لطیفہ قلب کو اور یہ زندہ ہو تو اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ میں نے صوفیوں کو دیکھا ہے کہ دن بھر قرآنِ کریم بغل میں اٹھائے پھرتے ہیں، جہاں فرصت ملی وہاں بیٹھ کر تھوڑی سی تلاوت کر لی، وہ کیوں پاگلوں کی طرح اٹھائے پھرتے ہیں، جبکہ قرآن کریم مسلمانوں کے گھروں میں ہر گھر میں بیشمار موجود ہیں بڑے بڑے ادب آداب سے رکھے ہیں، بڑے قیمتی غلافوں میں رکھے جاتے ہیں، لیکن انہیں اس سے لذت ملتی ہے۔ ان کا لطیفۂ قلب اور ذریعہ علم حیات ہے، زندہ ہے، کام کر رہا ہے اور انہیں اس سے لذت ملتی ہے۔ اکثریت کیوں تلاوت نہیں کرتی؟ اس لئے کہ ان کے پاس صرف سمع و بصارت ہے انہوں نے دل کو زندہ ہی نہیں کیا، سمع و بصارت جو ذرائع علم ہیں ان کے لئے چیزیں تو عام اور ہر جگہ مل جاتی ہیں دیکھنے کو بھی سننے کو بھی لیکن ذریعہ قلب جو ہے اس کے دیکھنے اور سننے کو چیزیں ہر جگہ نہیں ملتیں۔ یہ اللہ کے خاص لوگ ہوتے ہیں اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں جنہوں نے زندگیاں لگا کر اپنے پہلوں سے، اپنے مشائخ سے، اپنے بزرگوں سے یہ نعمت حاصل کی ہوتی ہے اور جو یہ آگے بانٹ سکتے ہیں اس کے ذرائع جو ہیں وہ اس طرح عام نہیں ہیں ایسے نہیں ہیں کہ ہر چیز کو دیکھ کر قلب زندہ ہو جائے، بلکہ دنیا اور دنیا کے حالات تو اس پر گرد ڈالتے ہیں دنیا اور دنیا کے واقعات اور سمع و بصارت کے ذریعے حاصل ہونے والے علوم تو اس پر مزید گرد ڈالتے ہیں، تاریکی پھینکتے ہیں اور اس کی قوت کو کمزور کرتے ہیں چاہیے تو یہ کہ سمع و بصارت کی نسبت لطیفہ قلب زیادہ مضبوط ہو جائے، زیادہ قوی ہو جائے تاکہ سمع و بصارت اس پر گرد نہ ڈال سکیں بلکہ یہ اپنی روشنی ان پر ڈال کر ان کو بھی مضبوط کر دے۔ آنکھوں کو بھلی بات دیکھنے کی اور کانوں کو بھی بھلی بات سننے کا شوق ہو جائے اور برائی سے بھاگ جائیں۔ تو یہ ان قوتوں میں مقابلہ ہوتا ہے لیکن انسان مکلف ہے اس بات کا کہ وہ کس نعمت کو کتنا استعمال کرتا ہے۔ برکاتِ نبوت سے لطیفہ قلب زندہ ہوتا ہے۔ اطاعت الٰہی اتباع رسالت اور خلوص کے ساتھ سینچا جاتا ہے تاکہ اللہ اس کو اتنی طاقت دے اور یہ پھر اتنا قوی ہو جائے۔ سمع و بصارت پر یہ غالب آ جائے اور جو چیز اس کے لئے مفید ہو وہی کان بھی سنیں جو اس کے لئے مفید ہو وہی آنکھیں بھی دیکھیں اور پھر ہاتھ پاؤں اور کردار اسی سانچے میں ڈھل جائے تب کہیں جا کے بات بنتی ہے، لیکن بڑے دکھ اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس پر عمل کرنا تو بڑے اللہ کے کرم کی بات ہے اس پر تو میں نے بحثیں بھی نہیں سنیں اس پر لکھا بھی نہیں۔ ہاں صوفی شروع سے لے کر آج تک اس پر لکھتے بھی رہے ہیں بیان بھی کرتے رہے ہیں اور لوگوں نے ان پر فتوے لگا دیئے۔ اس کی تردید کی گئی۔ لوگوں کو اس سے روکا گیا یہ بڑی عجیب بات ہے۔ سو اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ کسی ایسی مجلس میں، کسی ایسی جگہ پہنچا دے جہاں اس پر بھی بات ہو اس پر بھی کام ہو اس کی زندگی کے اسباب پر بات ہو اور عملی طور پر اس کو حیات دینے کا کام کیا جائے۔ یہ نعمت اگر اس دنیا میں نصیب ہو جائے تو یہ اسی دنیا میں بے مثال نعمت ہے اس کی مثال نہیں ملتی اور دنیا کی ساری لذتیں آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہیں دنیا بھر کی حکومت بھی کسی کو مل جائے تو وہ بات نہیں بنتی جو ایک دل زندہ سے نصیب ہوتی ہے۔ میں نے حضرتؒ سے کئی بار یہ سنا، فرماتے تھے کہ اگر کوئی مجھے کہے کہ ساری دنیا کی حکومت لے لو اور یہ دل کا کام اور یہ ذکر الٰہی چھوڑ دو تو میں اسے ٹھوکر مار کر کہتا کہ یہ اتنا قیمتی ہے کہ پوری دنیا کی سلطنت کے مقابلے میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اور جتنی یہ بات قیمتی ہے اتنی ہی ضروری بھی ہے کیونکہ آخرت کا مدار دنیا کے عقیدے اور عمل پر ہے اور عقیدہ و عمل

کی تصحیح کے لئے دل زندہ چاہیے ورنہ سب رسم ورواج رہ جاتے ہیں، الحمدللہ! اللہ کی اطاعت نصیب ہو بڑی اچھی بات ہے لیکن اس میں جان اور روح اسی لطیفہ قلب سے پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ اطاعت بھی رسم ورواج کی طرح ہم کرتے رہتے ہیں، اس میں روح نہیں ہوتی اس میں وہ خلوص نہیں ہوتا، اس میں وہ خضوع وخشوع نہیں ہوتا، یہ خضوع وخشوع خلوص اور گہرائی یہ ساری وہ چیزیں ہیں جو اس لطیفۂ قلب سے اور اس ذریعۂ علم سے متعلق ہیں اللہ کریم یہ نعمت نصیب فرمائے تو اس پر ایسی محنت کی جائے جو اس کا حق ہے اور زندگی میں اس کو ہر کام میں اولیت دی جائے۔ کھانے پینے، لباس، بول چال میں ہر چیز میں یہ احتیاط کی جائے کہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے کوئی ایسی بات نہ سنی جائے کوئی ایسا لفظ نہ بولا جائے جو اس لطیفہ قلب کو متاثر کرتا ہو، اس کا نقصان کرتا ہو اور ہر قدم ایسا اٹھایا جائے جو اس میں ترقی کا سبب بنے اس میں کیفیات کے بڑھنے کا سبب بنے یہ ذرائع علم دوسرے جو ہیں کان آواز سنتے ہیں آنکھیں کوئی مادی چیز کو دیکھتی ہیں یہ ذریعہ علم جو اَفْـئِـدَة ہے اس کے لئے کیفیات چاہئیں اور یہ کیفیات کو جذب کر کے علوم الٰہیات کی طرف بڑھتا ہے اور حقیقی زندگی سے آشنا کرتا ہے۔ اسے اللہ حیات دے دے تو پھر ایک زندگی دنیوی نظر نہیں آتی دنیا وآخرت سامنے آجاتی ہے، آخرت اور دنیا مل کر چل رہی ہوتی ہیں اور سامنے آجاتی ہیں اور آدمی آخرت کو پسند کر کے چلتا رہتا ہے یہ کیفیات اس اَفْـئِـدَة کی حیات سے نصیب ہوتی ہیں اللہ کریم نے اگر یہ انعام فرمایا کہ ہمیں یہ ذریعہ علم جاننے اور سیکھنے کا موقع نصیب ہوا تو مہربانی فرمائے اور ہمیشہ اس پر قائم رکھے اور اس پر ترقی عطا فرمائے اور اس پر، ایمان پر، یقین پر، خلوص پر، خاتمہ نصیب فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO

آؤ قرآن پڑھیں

QURAN,VOICE online islamic education system

THE BEST FROM YOU LEARNS QURAN & TEACHING(sahi bukhari)
Learn Quran Online
QURAN VOICE Online islamic education system would be the best solution if...
you can't read the QURAN with tajweed.
you don't find expert QURAN TUTOR at home.
you can't drive kids to mosque for Quran learning.

اگر آپ کے پاس کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہے
تو آپ قرآن پاک تجوید کے ساتھ پڑھنا سیکھ سکتے ہیں
بنیادی اسلامی تعلیم وتربیت، ناظرہ قرآن پاک، دعائیں معہ ترجمہ
یہ سہولت تمام عمر کے افراد کے لیے ہے۔ خواتین کے لیے فی میل سٹاف کی سہولت بھی میسر ہے۔

COURSES
1.basic qaida
2.quran reading
3.tajweed courses
4.translation and tafseer
5.hadith
6.languages

3 DAYS
free trail

ابتدائی کلاسز مکمل فری

similarly we offer many other informative courses like introduction to islam,islamic history and islamic quize etc.
plz visit;
WWW.QURAN'SVOICE.COM
skype; QURANSVOICE.COM
Email; AWAISITRADERS@gmail.com, adnanahmed650@gmail.com
for more.+923467543435,+923331935360,03325132650

QURAN'SVOICE.com

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

سورۃ یوسف: آیات 1 تا 6

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ [12:1] اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا
الرٰ۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل فرمایا تا کہ
عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ [12:2] نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ
تم سمجھ سکو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعے ہم کو ایک بہت اچھا قصہ سناتے ہیں
الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَ اِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ
اور آپ کو پہلے اس کی خبر نہ تھی۔ جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان!
لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ [12:3] اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ
بے شک میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، ان کو اپنے
اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ [12:4]
سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! اپنا خواب اپنے
قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ
بھائیوں سے بیان نہ کرنا پس وہ تمہارے ساتھ کوئی فریب کریں گے بے شک شیطان انسان
کَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ [12:5] وَ کَذٰلِکَ
کا کھلا دشمن ہے۔ اور اسی طرح آپ کا پروردگار آپ کو چن لے گا (برگزیدہ کردے گا) اور
یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَ یُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ
آپ کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم عطا فرمائے گا اور آپ پر اور اولاد یعقوبؑ پر اپنی نعمت
نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَ عَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّھَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ
پوری فرمائے گا جس طرح پہلے اس نے (اپنی نعمت) آپ کے دادا ابراہیم اور
قَبْلُ اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ [12:6]
اسحٰق (علیہما السلام) پر پوری فرمائی تھی۔ بے شک آپ کا پروردگار جاننے والا حکمت والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ.

سورۃ یوسف شروع ہوتی ہے یہ ان سورتوں میں سے ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور اس میں یوسفؑ کا پورا واقعہ اللہ کریم نے ارشاد فرمادیا باقی انبیاءؑ کے، گزشتہ امتوں کے واقعات، لوگوں کے جو قصے ارشاد ہوئے ان میں سے کوئی قصہ بھی سوائے اس قصے کے مسلسل ارشاد نہیں ہوا۔ قرآن کریم نے جہاں جس قصے کا جو حصہ ضروری سمجھا لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے وہ حصہ وہاں ارشاد فرمادیا کیونکہ قرآن کا موضوع تاریخ نہیں ہے تعلیم و تربیت ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہوا کہ یہ ان سوالوں میں سے ہے جو یثرب کے یہودی علماء اہل مکہ کو سکھاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں یہود کا بھی کوئی بڑا عالم نہیں تھا۔ یثرب میں تھے۔ یثرب کی بنیاد ایک بادشاہ نے رکھی تھی اس کا نام اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہے کہیں تفسیر میں لکھا تو ہے میں نے، مجھے اب یاد نہیں ہے۔ اس نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا اور مکہ مکرمہ کو فتح کرلیا شہر کے رہنے والوں کو غلام بنالیا اور طواف کعبہ وغیرہ عبادات بند کرادیں اسے پھر ایک ایسا مرض لاحق ہوگیا کہ اس کے منہ ناک وغیرہ سے اندر سے پانی آتا رہتا تھا اور تکلیف دہ تھا بہت بدبودار تھا کوئی قریب نہیں جاسکتا تھا اس کے ساتھ اس کے علماء بھی تھے، حکماء بھی تھے، اور اطباء بھی تھے۔ بڑا علاج ہوا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اس کے علماء نے اسے کہا کہ یہ

بیماری نہیں ہے یہ اللہ کی گرفت ہے ایک تو اس شہر میں اللہ کا گھر ہے اس شہر کے رہنے والوں کو اللہ نے اپنی امان اور پناہ میں رکھا ہوا ہے دوسری بڑی بات یہ ہے کہ اس شہر میں اللہ کا آخری نبیؐ پیدا ہوگا اور وہ ہمیشہ کے لئے ساری انسانیت کے لئے اللہ کا نبی اور رسول ﷺ ہوگا۔ اس شہر میں پیدا ہوگا اور یہاں سے ہجرت فرما کر یثرب جا بسے گا۔ یثرب اس وقت اجاڑ اور ویرانہ تھا اسے یثرب اس لئے کہتے تھے کہ وہاں جو جاتا تھا بیمار ہو جاتا تھا۔ اسے بخار ہو جاتا تھا۔ وہاں ایک کوئی خاص جھاڑی ہوتی تھی۔ اس وادی میں، اس میدان میں جہاں اب مدینہ منورہ ہے تب اسے یثرب کہتے تھے۔ یثرب کا مطلب ہوتا ہے تکلیف دہ چیز، پریشان کن چیز۔ تو اس میں ایک خاص مکھی تھی جس کے کاٹنے سے بڑا تیز بخار ہو جاتا تھا تو جو بھی کبھی کوئی کبھی وہاں سے گزرتا اسے ویسا بخار ہو جاتا، اس کے علماء نے اسے بتایا کہ وہ ہجرت کر کے وہاں رہیں گے وہ شہر دنیا کے لئے شفا کا سبب بنے گا تو اس نے توبہ کی اور اہل شہر کو اور تاریخ مکہ میں یہ سارا واقعہ بیان ہے بڑا طویل واقعہ ہے شہر والوں کو نہ صرف اس نے آزاد کر دیا بلکہ اس نے حکم دیا کہ چھ مہینے شاہی لنگر سے یہ کھانا کھائیں گے شہر کے سارے رہنے والوں کی دعوت کر دی۔ پھر یثرب میں اس نے جھاڑ جھنکار کٹوا کر وہاں اپنے چیدہ چیدہ علماء کو اور ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو بسا کر اس نے شہر مدینہ منورہ کی یہاں بنیاد رکھی۔ حضور ﷺ کی ہجرت تک یہ یثرب ہی کہلاتا رہا جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر وہاں تشریف لے گئے اس کا نام مدینۃ النبی پڑ گیا اسے کہتے ہیں نبی ﷺ کا شہر چنانچہ اب اسے یثرب کہنا غلط ہے، ناجائز ہے۔ یثرب تکلیف دہ چیز کا نام تھا حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبی بن گیا۔ اس نے جو لوگ وہاں آباد کیے ان میں ایک بہت بڑا عالم تھا جسے اس نے حضور ﷺ کے نام خط لکھ کر دیا کہ تم وہیں رہو اور اگر تمہاری زندگی میں حضور ﷺ مبعوث ہوں تو میرا خط پیش کرنا اگر تمہارے بعد ہوں تو یہ خط تمہاری نسل میں رہے گا جب بھی حضور ﷺ تشریف لائیں وہاں میرا خط پیش کرنا، اس کے کچھ اشعار بھی وہاں نقل ہوئے ہیں مجھے ایک آدھ یاد رہ گیا ہے مجھے شعر یاد نہیں رہتے، نام یاد نہیں رہتے۔

ولو کدت عمری الی عمرہ
لکنت وزیراً لہ و ابن علیہ

اگر میری عمر نے میرا ساتھ دیا حضور ﷺ کی بعثت تک تو میں ان کا خادم اور ان کا جانثار بن کر رہوں گا۔

تو ان علماء کا وہ خط حضور ﷺ کی خدمت میں ابوایوب انصاریؓ نے پیش کیا تھا۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر مسلمان چاہتا تھا کہ حضور ﷺ اس کے غریب خانے میں رونق افروز ہوں سب کا اصرار تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری سواری کو، سانڈھنی کو چھوڑ دو یہ مامور ہے اس وقت اللہ نے اسے بتا دیا ہے کہ اس نے کہاں جانا ہے آپ اسے چھوڑ دیں جہاں اللہ کا حکم ہے وہاں یہ پہنچ جائے گی۔ وہ ابوایوب انصاریؓ کے گھر، ان کے صحن میں جا کر بیٹھ گئی اور حضور ﷺ نے وہاں قیام فرمایا اس دوران انہوں نے بادشاہ کا وہ خط بھی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو ان علماء کی نسل سے یہود کے عالم یثرب میں موجود تھے اہل مکہ کو کوئی بات نہ سوجھتی تو ان کے پاس جاتے وہ انہیں مشکل سوال بتاتے جیسے قرآن کریم میں وَ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ [85:17] اسی طرح کے سوال وہ انہیں بتاتے پھر مشرکین مکہ وہ سوال آ کر حضور ﷺ سے کہتے اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اس سوال کا جواب دیں۔ ان سوالوں میں یہ سوال بھی تھا کہ بنی اسرائیل کا مسکن تو شام تھا یہ مصر کیسے پہنچ گئے اور پھر قبطیوں نے انہیں غلام بنا لیا ان سے بیگار لیتے اور انہیں قتل کرتے اور مارتے رہے۔ یہ وہاں پہنچے کیسے۔ اور یہ یوسفؑ کا کیا قصہ ہے؟ ان کے پاس جو توریت تھی اس میں اس کا بیان تو تھا لیکن اس طرح نہیں تھا، اتنی تفصیل سے بھی نہیں تھا۔ اور یہ سارے پہلو بھی اس میں نہیں تھے۔ اس طرح تفصیل سے وہ آگاہ نہیں تھے تو انہوں نے یہ سوال بھیجا اللہ کریم نے وہ پورا واقعہ یکجا بذریعہ وحی بتا دیا اس لئے یہ پورا واقعہ یکجا ہے اس میں 111 آیات، بارہ رکوع ہیں۔ اور یہ جو واقعہ ہے جو قرآن کریم میں تسلسل کے ساتھ یکجا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ الٓـرٰ۔ حروف مقطعات ہیں جن کا پڑھنا واجب ہے اس کا ثواب بھی نصیب ہوا ہے اس کی کیفیات

بھی ہر ایک کو نصیب ہوتی ہیں۔ ان کا مفہوم کیا ہے اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اللہ جانتا ہے اللہ کا حبیب ﷺ جانتا ہے یا قرآنِ کریم نے فرمایا وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ بہت پائے کے ظاہری و باطنی علوم اللہ نے جنہیں عطا فرمائے ہیں ان میں سے کسی کو بتادے تو اس کی مرضی۔ یہاں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ آتا ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے نہ بھی آتا ہو تو تلاوتِ قرآن واجب ہے اپنا فائدہ کرتی ہے پڑھنے والا مستفید ہوتا ہے اسے کیفیات نصیب ہوتی ہیں انوارات نصیب ہوتے ہیں تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ فرمایا یہ باتیں حکایات نہیں ہیں تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ فرمایا یہ باتیں حکایات نہیں ہیں قصے کہانیاں نہیں ہیں یہ ایک واضح اور روشن کتاب کی آیات ہیں جو حق پر دلالت کرتی ہیں۔ حق کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور پڑھنے والے کو حق کی طرف لے کر جاتی ہیں۔ یہ محض حکایات یا فرضی قصے نہیں ہیں۔ یہ حقائق بھی ہیں۔ اور پھر ان میں کمال یہ ہے کہ یہ ارشاد ہوئے ذات باری کی طرف سے۔ کلام اللہ کریم کا ذاتی ہے۔ ہر کلام میں متکلم کی ذات کا پرتو ہوتا ہے۔ کسی نیک آدمی کی باتیں سنیں تو اس کی نیکی کا پرتو آپ کے دل کو بھی نرم کر دیتا ہے۔ بدکاروں کی باتیں سنتے رہیں اور کوئی گناہ نہ کریں تو دل کو سخت کرنے کے لئے وہی کافی ہوتا ہے۔ جو اثرات کلام میں ہوتے ہیں وہ دل سخت کر دیتے ہیں برائی کی طرف مائل کر دیتے ہیں تو اگر انسان کی ذات کا اس قدر اثر اس کی بات میں آجاتا ہے تو ذات باری کہاں، رب العالمین کہاں، اس کی عظمت کہاں اور پھر اس کا پرتو جمال کتنا مضبوط اور کتنا پُر اثر ہوگا تو فرمایا یہ محض باتیں نہیں ہیں۔ فرمایا تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ انہیں اس نظر سے دیکھو کتاب کی یہ روشن واضح اور مدلل، حق کی نقیب کتاب کی آیات ہیں۔ پھر اپنا احسان یاد دلایا۔ اہل عرب کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا اور واقعی بہت پائے کے زبان دان تھے۔

اہل عرب، عرب کے علاوہ باقی دنیا کو عجم کہتے تھے عجم گونگے کو کہتے ہیں گونگا بھی اشاروں میں اپنی بات تو سمجھا لیتا ہے۔ لیکن اہل عرب باقی سب کے بارے کہتے تھے کہ یہ اہل زبان نہیں ہیں ہم اپنا مافی الضمیر بیان کر دیتے ہیں ہم اہلِ زبان ہیں اور عربوں میں یہ کمال تھا کہ بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے فصاحت و بلاغت میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا بات سنتے تو اس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ بات بیان کرتے تو حقائق سے بھرپور ہوتی دلونڈیاں اور غلام بھی جب جواب دیتے تو بات بات پر شعر کہتے تھے اور بہت پائے کے شعر ہوتے تھے جس میں جواب بھی ہوتا تھا۔ امام شافعیؒ کے پاس ایک بندہ آیا اس کا نام عبداللہ تھا امام صاحب آرام فرمارہے تھے (جو ملاقاتی آتے جاتے ہیں ان کو بھی آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں اور انہیں دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کے پاس جارہے ہیں اس کے کھانے کا وقت ہے یا آرام کا وقت ہے یا وقت ملاقات کا ہے۔ لوگ نہیں دیکھتے لوگ اپنی فرصت دیکھتے ہیں، میں فارغ ہوں چلو۔ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ ایسا ہونا چاہیے کہ آپ جہاں جارہے ہیں اس کی مصروفیات اس کے اوقات دیکھ کر جائیں) جب وہ آئے تو حضرت آرام فرمارہے تھے تو کنیز نے اسے بتایا کہ حضرت تو آرام فرمارہے ہیں تو اس نے کہا جب اٹھیں تو حضرت کو میرا سلام کہہ دیجئے گا اور بتائیے گا کہ عبداللہ حاضر ہوا تھا۔ اس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی ڈھیلہ سا بن جاتا ہے نظر نہیں رہتی جب حضرت اٹھے تو اس کنیز نے عرض کیا کہ حضرت جاء غبداللہ۔ غبد اللہ آیا تھا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہنے لگے اللہ کی بندی نام عبداللہ ہوتا ہے غبد اللہ تو نہیں ہوتا۔ اس نے جواب دیا فی عینیہٖ نقطۃٌ اس کی عین میں نقطہ تھا۔ آنکھ میں سفیدی تھی تو عین آنکھ کو بھی کہتے ہیں اور عین حروفِ تہجی کا ایک حرف بھی ہے۔ یعنی ان کا یہ عالم تھا کہ ان پڑھ بھی اتنے باذوق اور اتنے زبان دان تھے۔ اس نے غبد اللہ کہہ کر اس بندے کا تعارف بھی کرا دیا کہ وہ عبداللہ جس کی ایک آنکھ سفید ہے آیا تھا۔ اس طرح کنیزوں اور غلاموں کا بھی زبان دانی اور زبان فہمی میں یہ معیار تھا۔

دنیا میں جتنی زبانیں رائج تھیں یا ہیں سوائے عربی کے کسی زبان میں نہ کوئی تقدس ہے نہ کراہت۔ آپ کے مافی الضمیر کے اظہار کا ایک طریقہ ہے انگریزی ہے فرانسیسی ہے پشتو، اردو، پنجابی ہے کوئی زبان ہے یا ملک کی بیشمار زبانیں۔ میرے خیال میں تو کم و بیش 120 زبانیں تو

ہندوستان میں بولی جاتی ہیں ہمارے ہاں بھی بہت سی زبانیں ہیں۔ دنیا میں بے شمار زبانیں ہیں چینی ہے جاپانی ہے ہر ملک کی ایک اپنی زبان ہے تو کسی زبان میں نہ کوئی تقدس ہے نہ کوئی کراہت ہے اداءِ مافی الضمیر کا ایک طریقہ ہے سوائے عربی کے۔ عربی کو اللہ کریم نے چن لیا۔ نبی کریم ﷺ کی مادری زبان تھی آپ اسی میں کلام فرماتے تھے۔ اللہ کریم نے اس کو ہمیشہ کے لئے چن لیا اس میں اپنا کلام ارشاد فرمایا۔ قرآن کی زبان عربی تھی۔ پھر اللہ نے میدان حشر کی زبان عربی بنادی۔ جنت کی، اہل جنت کی زبان عربی بنادی۔ علماء کے نزدیک اہل جنت عربی میں بات کریں گے۔ عربی کو اللہ کریم نے اتنی فضیلت دی اگر کسی زبان میں فضیلت، تقدس، پاکیزگی اور ثواب ہے تو یہ سارا صرف عربی میں ہے باقی ساری زبانیں مافی الضمیر بیان کرتی ہیں، باقی سب الفاظ وحروف ہیں۔ ان کی حیثیت برابر ہے۔ جو زبان بھی آپ جان لیں اچھی بات ہے اور جتنی زیادہ زبانیں آپ جانتے ہوں گے اتنا زیادہ اچھا ہے۔ کوئی کتنی زیادہ زبانیں سیکھ لے اور وہ دین کا کام کرنا چاہے تو اتنے لوگوں تک ان کی مادری زبان میں وہ پیغام پہنچا سکتا ہے۔ زبانیں سیکھنی چاہئیں جتنی زیادہ زبانیں آتی ہوں اتنا اچھا ہے کہ ان زبانوں میں وہ گفتگو کر سکے اور اللہ کی بات پہنچا سکے۔ فرمایا، اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ عربی کو اللہ نے وہ فضیلت بخشی کہ فرمایا قرآن کو ہم نے عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ عربوں کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو ان کی مادری زبان ہے۔ اب ہم تو جب نماز ادا کرتے ہیں امام سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا ہے اور ہم آنکھیں بند کر کے کھڑے ہوتے ہیں آگے وہ کچھ آیات تلاوت کرتا ہے انہیں سن لیتے ہیں اور جب وہ رکوع کی تسبیح پڑھتا ہے تو بھی آنکھیں بند کر کے کھڑے ہوتے ہیں کہ قرآن پڑھ رہا ہے لیکن اہلِ عرب اہلِ زبان تو وہ لذت لے رہے ہوتے ہیں انہیں تو بات لفظ لفظ سمجھ آ رہی ہوتی ہے، لطف لے رہے ہوتے ہیں کہ کیا ارشاد ہو رہا ہے کیا کہا جا رہا ہے۔ تو فرمایا ہم نے عربی کو منتخب کر لیا اپنے ارشادات کے لئے بھی، اپنے کلام کے لئے بھی اور مراد یہ تھی کہ کیونکہ حضور ﷺ بنیادی طور پر اہلِ عرب میں مبعوث ہو رہے ہیں تو اہلِ عرب تو سن کر بات کو سمجھ جائیں اس کا مطلب پوچھنا نہ پڑے۔ مفہوم پوچھنا نہ پڑے۔ جب بات سنیں تو وہ سمجھ جائیں فرمایا۔ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ تاکہ تم بات کو سمجھ سکو۔ اہل عرب کو آج بھی وہ سہولت حاصل ہے تلاوت کرتے ہیں تو اس کے مفاہیم سے لذت حاصل کرتے ہیں سنتے ہیں تو بھی مفاہیم سے، معنی سے آشنا ہو کر سنتے ہیں فرمایا، نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ‌ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ فرمایا ہم بہت خوبصورت، بہت بہترین، بہت اچھا قصہ سناتے ہیں ہم آپ پر بہت خوبصورت قصہ بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ یہ قرآن ہم نے بذریعہ وحی آپ پر بھیجا۔ اس قصے میں حسن بھی ہے، خوبصورتی بھی ہے اور یہ آپ ﷺ کی نبوت پر دلیل بھی ہے اس لئے کہ نزول وحی سے پہلے تو آپ اس کو نہیں جانتے تھے۔ یہ جو سوال کرنے والے ہیں ان کے پاس تو اس کے چند اشارات موجود تھے جو تورات میں پڑھ لیتے لیکن آپ نے تو نہ تورات پڑھی نہ قصہ گو کی بات سنی نہ آپ نے تاریخ پڑھی نہ کسی انسان سے کچھ سیکھا تو اس کے بارے آپ کے علم میں تو کچھ چیز نہیں آپ اس سے واقف نہیں تھے یہ بذریعہ وحی مفصل اور بہترین خوبصورت قصہ اپنی پوری تفصیل کے ساتھ آپ پر نازل فرما دیا گیا ہے یہ تفصیل سوال کرنے والوں کے پاس بھی نہیں ہے بغیر کسی انسان سے سنے جب یہ اس قدر خوبصورت بات ہے اور اس طرح آپ ﷺ پر نازل ہوگئی یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ مفسرین کرام نے اس پر بڑی خوبصورت بحث فرمائی ہے کہ یہ احسن القصص ہے۔ قصوں میں سے بہت خوبصورت قصہ، کہانیوں میں بہت خوبصورت کہانی، واقعات میں بہت خوبصورت واقعہ ہے۔

لوگ سوال کرتے ہیں کہ اللہ کے دو نبیؑ آزمائش میں ڈالے گئے یعقوبؑ بھی اور یوسفؑ بھی۔ یعقوبؑ سے بیٹا بچھڑ گیا اس کی جدائی کا غم اور برسوں انہوں نے غم اٹھایا کہ رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ [84:12] دکھ پریشانی اور رو رو کر

آنکھیں سفید ہوگئیں بینائی نہ رہی۔ یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا جنہوں نے نکالا انہوں نے غلام بنا کر بازاروں میں جا بیچا۔ جنہوں نے خریدا انہوں نے پالا۔ پھر الزام لگا کر جیل بھیج دیا۔ قید و بند کی مصیبتیں الگ۔ اللہ کریم اسے فرما رہے ہیں کہ یہ خوبصورت قصہ ہے، احسن القصص ہے۔ اس میں حسن کس بات کا ہے؟ فرماتے ہیں اللہ کا کلام انجام اور نتیجے کی بات کرتا ہے اور کرنی بھی چاہیے۔ واقعہ کیا گزرا اس کو چھوڑ دیں باعتبار اس کے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ تو جس نبیؑ کا آپ ذکر کر رہے ہیں یعنی یعقوبؑ کا تو وہ دکھی ہوئے لیکن کیا اتنے برسوں میں انہوں نے اپنا دکھ کسی انسان کو پیش کیا؟ نہیں اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ فرماتے ہیں۔ میں اپنے دکھ اپنے اللہ سے بیان کرتا ہوں۔ میرے پریشان ہونے سے تمہیں تو کوئی پریشانی نہیں، میں کسی انسان کو تو نہیں کہہ رہا۔ اور دوسری طرف یوسفؑ کنویں میں رہے یا بازار میں بکے یا جیل میں گئے اس میں بھی ان کا کلی تعلق اللہ کریم سے رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے دکھ آئے تعلق باللہ اور بڑھ گیا اور اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس اعتبار سے فرمایا کہ یہ بہت خوبصورت کہانی ہے اس کا نتیجہ بہت خوبصورت ہے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ

آپ ایک بہت خوبصورت لباس پہنتے ہیں لیکن پورے جسم پر خارش شروع ہو جاتی ہے تو آپ اتار دیں گے۔ بلکہ اتار پھینکیں گے۔ دوسرا لباس جو اگرچہ کم قیمت ہو، خوبصورتی میں بھی کم ہو لیکن جسم کو آرام دیتا ہو تو وہ آپ کو اچھا لگے یا پسند آئے تو اس میں حسن باعتبار نتیجے کے ہوا۔ حسن اس میں ہوا کہ وہ راحت دے۔ قرآن حکیم بھی واقعات کو نتیجے کے اعتبار سے حسین اور خوبصورت کہتا ہے۔ نتیجے میں وصال الٰہی نصیب ہو گیا تو وہ بہت خوبصورت بات ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ یوسفؑ کم عمر تھے یعقوبؑ کی دو بیویوں سے بارہ بیٹے تھے دس بھائی پہلی بیوی میں سے تھے پھر ان کا وصال ہو گیا تو انہوں نے اس کی بہن سے شادی کر لی جس میں سے دو بیٹے ہوئے یوسفؑ اور بنیامین، بنیامین کی ولادت پر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب وہ جو پہلی بیوی سے بیٹے تھے جوان ہو گئے، بالغ ہو گئے۔ یوسفؑ کی عمر مفسرین کرام نے جب یہ حادثہ ہوا سات سال بتائی ہے۔ ظاہر ہے بنیامین ان سے بھی چھوٹے تھے ایک تو وہ دونوں بچپن میں یتیم ہو گئے۔ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں کی طرف سے یتیم ہو گئے۔ اس وجہ سے بھی یعقوبؑ کو ان سے پیار تھا۔ پھر یوسفؑ کو ان سے پیار تھا۔ پھر یوسفؑ کو اللہ نے جو حسن دیا تھا معراج شریف کی احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔ حضورﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ سفر معراج شریف میں یوسفؑ سے میری ملاقات ہوئی۔ آدھا حسن اللہ نے یوسفؑ کو عطا کیا اور آدھا ساری مخلوق کو عطا کر دیا۔ اس قدر حسین بھی تھے پھر ان کی پیشانی میں نور نبوت بھی تھا تو بہت سی باتیں ایسی مل گئیں کہ یعقوبؑ ان سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ دونوں طرف سے اسباب ایسے مل گئے۔ بچپن میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو بھی پدری تقاضا تھا کہ جوان اور بالغ بیٹے تو اپنی سمجھ والے اپنے کام والے ہیں اس لئے ننھے بچوں سے زیادہ پیار کیا جائے۔ ان کی پیشانی میں نور نبوت تھا نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کہ مسلسل چار پشت نبوت ہے۔ یوسفؑ، یعقوبؑ، اسحٰقؑ، ابراہیمؑ۔ چاروں اللہ کے نبی ہیں۔ ابراہیمؑ اللہ کے نبی۔ ان کے بیٹے اسحٰقؑ اللہ کے نبیؑ، ان کے بیٹے یعقوبؑ اللہ کے نبیؑ اور یوسفؑ اللہ کے نبی۔ تو حضورﷺ نے فرمایا کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم اور غیر انبیاء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ فضیلت حاصل ہے باپ صحابیؓ، خود صحابیؓ، بیٹے صحابیؓ، پوتے صحابیؓ چار پشت میں صحبت رسول اکیلے ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہے۔ آپ کے والد بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے وہ بھی صحابیؓ تھے، خود بھی صحابیؓ تھے، بیٹے بھی حضورﷺ کے رفیق کار تھے وہ بھی صحابیؓ تھے ان کی اولاد پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں بھی صحابیؓ چار پشت صحبت رسول نصیب انہیں ہوئی۔

یوسفؑ نے اس بچپن کی حالت میں خواب دیکھا تھا خواب کیا ہوتے ہیں؟ خواب کی تین قسمیں ہیں جب آدمی سو جاتا ہے اس کا بدن کام نہیں کرتا بلکہ آرام کرتا ہے جو ٹوٹ پھوٹ ہو چکی ہے از خود مرمت کرتا ہے جتنی ہڈیاں گھس چکی ہیں پھر سالم ہو جاتی ہیں اور پھر طاقت پکڑ لیتا ہے

جتنے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں پھر طاقت پکڑ لیتے ہیں تو روح بدن کے انتظام سے فارغ ہوتی ہے۔ جتنی دیر بندہ سوتا ہے روح بدن کے انتظام وانصرام واہتمام سے فارغ ہوتی ہے۔ جب فارغ ہوتی ہے تو اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے جو عالم امر ہے۔ عالم بالا میں ایک عالم مثال ہے۔ اسے عالم مثال اس لئے کہتے ہیں کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا ہے، ہو رہا ہے اور جو ہوگا اس کی مثالی صورتیں وہاں پہلے موجود ہوتی ہیں جو ہو چکا ہے وہ عالم امثال میں موجود ہے۔ جو ہو رہا ہے وہ بھی عالم امثال میں موجود ہے۔ جو ہونے والا ہے وہ بھی وہاں موجود ہے تو بعض ارواح جو مضبوط ہوتی ہیں ایماندار ہوتی ہیں ان میں روحانی قوت ہوتی ہے وہ کوئی حقیقت عالم امثال سے دیکھ لیتی ہیں۔ بعض اوقات گزشتہ واقعات کی یا حالیہ واقعات کے یا آئندہ ہونے والے واقعات کی کوئی صورت ان کے سامنے آجاتی ہے۔ جب بندہ جاگتا ہے تو اس کے ذہن میں موجود ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں ہر خواب تعبیر کا محتاج ہوتا ہے۔ عالم امثال سے جو انہیں سمجھ آتی ہے وہ اشاراتی زبان ہے۔ اب اشارے کی تعبیر کیا ہے یہ ایک الگ علم ہے جو انبیاءؑ کو عطا کیا گیا ہے۔ ابراہیمؑ کے پاس بھی تھا، اسحٰقؑ کے پاس بھی تھا، یعقوبؑ کے پاس بھی تھا۔ خواب کی دوسری قسم یہ ہے کہ جب روح جسمانی ضروریات سے فارغ ہوتی ہے تو اپنا انسانی نفس دیکھتی ہے اس میں بھی سب ریکارڈ ہوتا رہتا ہے۔ جو ہم کرتے ہیں جو ہم سوچتے ہیں وہ مختلف شکلیں اسے دکھا دیتا ہے۔ کبھی تو جو کام خود کرتے رہتے ہیں وہ خواب میں نظر آجاتا ہے کبھی جو سوچیں دل میں ہوتی ہیں میں یہ کروں گا خواب میں اس طرح دیکھ لیتے ہیں۔ تیسرا خواب ہوتا ہے جو شیطان صورتیں متشکل کر کے دکھا دیتا ہے یوں خوابوں کی یہ تین قسمیں ہیں ان کی تعبیر تمیز کرنا مشکل ہے کہ یہ صورت کیا شیطان نے دکھا دی یا نفس نے دکھا دی یا عالم امثال سے ہے۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ یہ تینوں الگ الگ ہی نظر آئیں۔ یہ گڈ مڈ بھی ہو جاتے ہیں کوئی تصویر عالم امثال کی نظر آرہی ہے اور اس میں کوئی اپنا نفس یا اپنی بات آجائے۔ یا شیطان کوئی اپنی بات داخل کر دے۔ تو خواب کی تعبیر باقاعدہ علم ہے۔ جسے علم تعبیر کہتے ہیں جو یوسفؑ کو بھی عطا ہوا اور انہیں حضرات کی تعبیروں کو لے کر علامہ ابن سیرینؒ کو اللہ نے یہ وسیع علم عطا کیا تھا۔ اور بے شمار تعبیرات انہوں نے لکھیں جو بہت سچ نکلیں لیکن یہ قطعی نہیں ہوتا علم تعبیر سوائے نبی کے کسی دوسرے کی بات کا علم نہیں۔ آج کل تو اکثر لوگ پریشان ہیں۔ پریشانی کے عالم میں خواب بھی زیادہ آتے ہیں۔ اسی طرح سو جاتے ہیں اور جو الجھنیں ہوتی ہیں وہی خواب میں نظر آتی ہیں۔ ہر بندہ دو صفحہ خط لکھتا ہے کہ یہ ضرور پڑھیے گا۔ خواب کی حیثیت کیا ہے، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے اس کا شرعی قاعدہ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہ بہت خوبصورت ہے۔ فرمایا، اگر اچھا خواب دیکھو آنکھ کھلے تو کہو الحمدللہ اگر خواب برا یا ڈراؤنا یا خراب ہو تو لاحول پڑھو اور بائیں طرف تھوکو اور بھول جاؤ اسے لیے نہ پھرتے رہو۔ جب اسے بیان کرو گے اور لوگ سنیں گے تو شاید اس کا کوئی عجیب اثر بھی ہو جائے تو بجائے لمبے خط لکھنے کے خوبصورت خواب ہو تو الحمدللہ کہہ کر بھول جاؤ۔ خراب خواب ہو تو لاحول پڑھ کر بھول جاؤ اور عملی اور حقیقی زندگی جو ہے اس پر اپنے آپ کو رکھو اور خوابوں کی دنیا کے حقائق کام نہیں آتے ان حقائق پر یقین رکھو کہ حساب کتاب ہوگا۔ اس عملی اور اصلی زندگی پر نتائج مرتب ہوں گے۔ اپنے آپ کو اس میں مصروف رکھو۔ سادہ سی بات ہے۔ خواب آیا اور اچھا تھا بھلا دو۔ خواب آیا برا تھا لاحول پڑھ لو اور بھول جاؤ۔ خود کو عملی اور حقیقی زندگی پر پرکھو۔

خواب کی حقیقت یہ ہے کہ جب آپ تعبیر پوچھیں گے تو ممکن ہے اسی پر عمل بھی ہو جائے۔ اسے بیان نہ کریں اچھا ہے تو الحمدللہ۔ اچھا خواب بیان کرو گے تو ممکن ہے کوئی حاسد پیدا ہو جائے ممکن ہے وہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دے خراب خواب بیان کرو گے ممکن ہے اس کی تعبیر بن جائے تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ خوابوں کو لکھنا پڑھنا اور بیان کرنا چھوڑ دو۔ خواب خواب ہے۔ سوائے نبیؑ کے خواب کے۔ اللہ کے نبیؑ اور رسولؑ جو ہوتے ہیں۔ تخلیقی طور پر ان کی روح اتنی قوی اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ جب نبیؑ مبعوث ہوتا ہے اور نبیؑ جب خواب دیکھتا ہے تو وہ بھی وحی الٰہی ہوتی ہے۔ نبیؑ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے نبیؑ کو نہ دیکھنے میں غلطی لگتی ہے

نہ سمجھنے میں غلطی لگتی ہے۔ ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اللہ کا حکم ہے ایسا کرنا پڑے گا۔ جب بیٹے کی خوشخبری ملی تھی۔ ان کی عمر مبارک 120 برس تھی اور مائی صاحبہ کی عمر 90 برس تھی۔ اس عمر میں اولاد عطا ہوئی پھر ذبیح اللہ جیسا بیٹا جس کی پیشانی میں نورِ نبوت اپنا بھی ہوا اور نورِ محمدی کا امین بھی ہو خواب دیکھا کہ اسی بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ اب عجیب بات ہے انبیاءؑ کی باتیں انبیاءؑ تو سمجھ لیتے ہیں غیر نبی کو جب تک نبی نہ بتائے سمجھ نہیں آتی۔ مائی صاحبہ اللہ کی مقبول بندی تھیں۔ آپ نے ان سے خواب نہیں بیان فرمایا وہ تو نبیؑ نہیں تھیں۔ اسمٰعیلؑ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ [37-102] جب ابراہیمؑ کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچے۔ بچہ دو تین سال کا بھی دوڑ لیتا ہے۔ پانچ چھ سال کا بھی دوڑ لیتا ہے اس بچے کو تیار کر کے ساتھ لے کر منیٰ کی طرف چلے اس سے بیان فرمایا: بیٹا میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ خواب کی بات کر رہے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں۔

جواب میں اسمٰعیلؑ جن کا ابھی بچپن تھا کہا يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ [37-102] ابو جی وہ کر گزریے جس کا آپ کو حکم ہوا جس کے کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو نبیؑ کی بات نبیؑ نے سمجھی حالانکہ ان کا بچپن تھا پھر بھی انہیں پتہ تھا کہ نبیؑ کا خواب وحی الٰہی ہے۔ میرے والد کو حکم دیا جا رہا ہے تو نبیؑ کا خواب بھی وحی ہوتی ہے تو آپؑ نے فرمایا يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ [37-102] آپ کو یہ ڈر ہے کہ میں بچہ ہوں لیکن میں نبی بھی تو ہوں سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ [37:102] آپ مجھے بھی صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

یہ اللہ کے نبیؑ کا خواب تھا جو نبی مبعوث ہونے والا تھا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا گیارہ ستارے سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یوسفؑ پانچ چھ سال کے بچے تھے یعقوبؑ سے والد گرامی سے عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے آپؑ نے پہلی بات جو فرمائی، فرمایا قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ میرے بیٹے خواب کو بھول جاؤ۔ بھائیوں تک سے بیان نہ کرنا جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔ تعبیر بعد میں بتائی پہلے یہ نصیحت کی کہ اب اس بات کو بھلا دو گویا تم نے دیکھا ہی نہیں تمہارے سگے بھائیوں کو بھی اس بات کی بھنک نہیں پڑنی چاہیے۔ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا O ممکن ہے تمہارے خلاف ہو جائیں تکلیف پہنچانے کی کوشش کریں تمہارے لئے کوئی خرابی پیدا کریں کہ اچھا خواب ہوگا تو حاسد پیدا کرے گا برا ہوگا تو لوگ مذاق اڑائیں گے پھر بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر خواب میں ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ جب بیان کر دیا جاتا ہے تو ممکن ہے من جانب اللہ واقع ہو جائے تو آپ نے تاکید فرمائی کہ بیٹا یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بھی بیان نہ کرنا ممکن ہے وہ تمہارے خلاف کوئی حیلہ سازی کریں اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یقیناً شیطان انسان کا بہت بڑا دشمن ہے وہ انہیں بہکا دے غلط سوچ دے دے غلط راستے پر لگا دے اور آپ کے لئے بھی تکلیف کا سبب بن جائے۔

اس لئے خوابوں کو لئے لئے نہیں پھرنا چاہئے اور خوامخواہ نہیں لکھنا چاہئے۔ حقائق کی دنیا میں زندہ رہنا چاہیے انبیاؑ کے خواب جو ہوتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتے ہیں ان کی حیثیت اور ہے اور ہما شما کی حیثیت اور ہے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

دعائے مغفرت

1۔ بہاولپور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک محمد سلیم کے والد محترم
2۔ بہاولپور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک زاہد کی والدہ محترمہ
3۔ نارووال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ غلام نبی
4۔ چکوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار مشتاق احمد کی والدہ محترمہ
5۔ ڈھیری مردان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عنایت اللہ کے والد محترم
6۔ مردان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شاہ جہان ڈی سی ایم واپڈا والے
7۔ راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی ندا فاروق

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

امراض باطنیہ کا ثبوت

قولہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿یونس:57﴾

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے۔

''اس پر دلیل ہے کہ قلوب میں بھی امراض ہوتے ہیں اور وہ امراض بدن سے اشد ہیں جیسے شک ونفاق وحسد وغیرہ۔''

فرماتے ہیں یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ دل کو بھی مرض لگتے ہیں۔ قرآن حکیم نصیحت بھی ہے اور دل کے امراض کی شفا بھی ہے۔ تو فرماتے ہیں یہ اس پر دلیل ہے کہ دل میں بھی امراض ہوتے ہیں اور وہ امراض، امراض بدن سے شدید ہیں۔ یعنی جو مرض بدن کو لاحق ہوتا ہے۔ جیسے کینسر ہو گیا بڑا خطرناک مرض ہے۔ شوگر ہو گئی، بخار ہو گیا، کوئی اور تکلیف ہو گئی یہ جسم کی جو تکلیفیں ہیں ان کے مقابلے پر جو دکھ، بیماری دل میں ہوتی ہے، جو بیماریاں باطن کی ہیں وہ زیادہ شدید ہیں۔ جیسے شک، نفاق، حسد، تکبر یہ دل کے مرض ہیں۔ تشکیک، شک پیدا ہو جانا احکام شرعی میں، کبھی شان رسالت میں، کبھی توحید باری میں یا کسی سے حسد پیدا ہو جانا، دکھاوے کے لئے نیکی کرنا یعنی ریاء پیدا ہو جانا اپنی پاکبازی کا شوق ہو جانا تو یہ دل کے امراض ہیں۔ فرماتے ہیں یہ جسم کے امراض سے زیادہ شدید ہیں اور ان کی شفاء قرآن حکیم میں ہے۔ قرآن حکیم کو پڑھا جائے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

غلبہ بسط میں خلاف ادب کا صدور

قولہ تعالیٰ: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ﴿یونس:58﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ پس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

''یہی فرح کبھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ غایت انبساط سے اس فضل کے اظہار سے سکوت پر قدرت نہیں رہتی اور کبھی یہ اظہار ایسی صورت میں ہوتا ہے کہ وہ ظاہراً خلاف ادب ہوتی ہے لیکن غلبہ حال سے معذور ہوتا ہے۔''

فرماتے ہیں جب یہ نعمتیں اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہیں تو خوشی میں بعض اوقات وہ اس قدر مغلوب الحال ہو جاتے ہیں کہ بعض الفاظ ان کے منہ سے ایسے نکل جاتے ہیں جسے عام آدمی صحیح نہیں سمجھتا تو بوجہ جذب کے وہ معذور ہوتے ہیں اس معاملے میں خاموش رہنا چاہیے۔ ایک بات یاد رکھ لیں کہ ہمارے ہاں تو رواج ہے کہ جو مجذوب ہو جائے اسے بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہیں حقیقتاً یہ کمزوری ہے اس لئے کسی نبیؑ پر جذب وارد نہیں ہوا حالانکہ سب سے زیادہ انعامات انبیاء پر ہوتے ہیں لیکن کسی نبیؑ پر جذب وارد نہیں ہوا۔ اور غیر نبی میں سے کوئی بچا نہیں ہے۔ غیر انبیاء میں سے ایک ہستی ابوبکر صدیقؓ کی ہے جس پر کسی لمحہ جذب وارد نہیں ہوا۔ ورنہ کسی نہ کسی لمحہ کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت ہوا۔ فاروق اعظمؓ جیسی ہستی پر جذب وارد ہو گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ تو انہوں نے تلوار برہنہ ہاتھ میں لے لی اور مسجد نبوی میں کھڑے ہو گئے کہ جس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے میں اس کا سر کاٹ دوں گا۔ تو یہ کیفیت جذب کی تھی۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور انہوں نے منبر پر یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى

اَعْقَابِكُمْ ، وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْئًا ، وَسَيَجْزِي اللهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۴) تو آپؓ رونے لگے تلوار گر گئی اور فرمانے لگے کہ میں ایسا سمجھ رہا ہوں گویا یہ آیت میں نے ابھی سنی ہے۔ تو چند لمحے ان پر بھی جذب کے آ گئے۔ لیکن بہر حال جذب کا آنا کمزوری ہے قابل فخر نہیں ہے اور جن پر مکمل جذب آ جاتا ہے وہ مجذوب ہو جاتے ہیں ان سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ خود اپنے حال سے بے خبر ہوتے ہیں دوسروں کی اصلاح کیا کریں گے تو مجاذیب سے فائدہ نہیں ہوتا۔

ترک مباحات سے حصول قرب کا رد

قولہ تعالیٰ: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ، (یونس:59)

ترجمہ: آپ کہئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے دیا۔

"اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو بعض مباحات کو اعتقاداً یا عملاً بطور تقشف وتزہد کے اپنے نفس پر حرام کر لیتے ہیں البتہ جو شخص بطور معالجہ کے ترک کر دے وہ مستثنیٰ ہے۔"

بعض لوگ یہ نیکی سمجھتے ہیں کہ میں اچھا کھانا نہیں کھاتا میں اچھا کپڑا نہیں پہنتا حالانکہ اللہ نے انہیں سرمایہ دیا ہوتا ہے ان کے پاس حلال رزق ہوتا ہے کھا سکتے ہیں لیکن وہ اس میں فخر سمجھتے ہیں کہ میں روکھی سوکھی کھاتا ہوں، میں سستا کپڑا پہنتا ہوں، میرا جوتا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ خواہ مخواہ نئے کپڑے پر ایک ٹاکی لگائی ہوتی ہے۔ یہ دکھانے کے لئے میں نے پھٹا ہوا کرتا پہنا ہے۔ تو فرمایا اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے۔ اللہ نے جو چیزیں حلال کی ہیں یا جو رزق دیا ہے اس حلال کو حرام کرنا یہ تمہارا منصب نہیں ہے یہ اس کا کام ہے۔ جو اس نے حلال کیا وہ حلال ہے جو اس نے حرام کیا وہ حرام ہے۔ تو اپنی طرف سے دکھاوے کے لئے اپنی پارسائی کے لئے اس میں تبادلے نہ کرتے رہو۔ ہاں کوئی شخص بیمار ہے یا مریض ہے۔ جیسے شوگر کا مریض ہے۔ چینی نہیں کھاتا تو اس پر حرف نہیں آئے گا۔ اس نے کسی شرعی حرمت وحلت کی وجہ سے نہیں چھوڑی یا اپنی پاکبازی کی وجہ سے نہیں چھوڑی۔ بیماری ایسی ہے کہ وہ کھا نہیں سکتا اس پر اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ایک صاحب حیثیت ہے اور محض اپنی پارسائی جتانے کے لئے کہتا ہے میں پھیکی چائے پیوں گا تو فرمایا یہ درست نہیں ہے۔ جو چیزیں حلال ہیں اللہ نے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے انہیں شرعی طریقے کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔

مدار ولایت:

قولہ تعالیٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:62)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔

"سورہ انفال میں آیت: ۳۴ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کے تحت میں جو لکھا گیا ہے اس کو دیکھ لو اور ولایت کا ایمان وتقویٰ پر مبنی کرنا اس کی دلیل ہے کہ ولایت کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کے ہاتھ پر کوئی کرامت بھی صادر ہوا کرے۔"

فرماتے ہیں ولی ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس سے کرامت کا ظہور ہو بلکہ یہ جو آیہ کریمہ ہے کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی غم ہوگا نہ کوئی اندیشہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ حزن یہ ملال ہے کہ جو میں نے کیا اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور خوف ہوتا ہے آئندہ کا۔ پتہ نہیں آئندہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ تو فرمایا اولیاء اس سے محفوظ ہوں گے۔ نہ انہیں گزشتہ کا غم ہوگا نہ آئندہ کا خوف۔ تو فرماتے ہیں اولیاء اللہ سے صاحب کرامت مراد نہیں بلکہ سورہ انفال کی آیت نے بتا دیا کہ اولیاء کسے کہتے ہیں اور وہ آیت ہے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (انفال: ۳۴) اس کے دوست صرف وہ ہوتے ہیں جو متقی ہوں۔ یعنی ولایت کی شرط ظہور کرامات نہیں ہے۔ ولایت کی شرط تقویٰ ہے اور تقویٰ ہوتا ہے خلوص دل سے اللہ اور اللہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا۔

مسئلۃ المظہریہ:

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۔ (یونس:65)

ترجمہ: تمام تر غلبہ خدا ہی کے لئے ہے۔

''اور دوسرے میں جو عزت نظر آتی ہے وہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور وہ غیر اس کی عزت کا مظہر ہے۔ جیسے ضیا حقیقت آفتاب کی صفت ہے اور زمین ایک گونہ تعلق کے سبب اس کا ظہور ہو جاتا ہے پس اس میں مسئلہ مظہریت کی اصل ہے۔''

فرماتے ہیں کہ ساری عزت وعظمت اللہ کے لئے ہے۔ اگر کسی میں نظر آتی ہے تو یہ اللہ ہی کی عزت کا مظہر ہے۔ ہمیشہ ان لوگوں کو عزت نصیب ہوتی ہے جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور یہ عزت اللہ ہی کی ہے۔ ان کی نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کی اطاعت میں فناء ہیں۔ ان کا ایمان، ان کا عقیدہ، ان کا عمل، اللہ کی اطاعت کے مطابق ہے تو انہیں جو عزت نصیب ہوتی ہے وہ دراصل اللہ کی ہوتی ہے۔ جیسے فرماتے ہیں روشنی سورج کی ہوتی ہے لیکن ساری زمین روشن ہو جاتی ہے تو زمین کی اپنی روشنی تو نہیں، دراصل تو سورج کی ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی اطاعت نہیں کرتے وہ بڑے بڑے عہدے پالیتے ہیں دولت پالیتے ہیں حکومت پالیتے ہیں دولت پالیتے ہیں۔ عزت نہیں پاتے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے جو تنخواہ دار ملازم ان کے دروازے پر پہرہ دے رہے ہوتے ہیں ان سے بھی دل کی بات پوچھو تو وہ بھی دل میں ان کے خلاف بک رہے ہوتے ہیں کہ خوامخواہ ہمیں سارا دن کھڑا رہنا پڑتا ہے یہ بدمعاش خود تو اندر ٹھنڈی جگہ پر بیٹھا ہے اور ہم کھڑے کھڑے اکڑ گئے ہیں ان کے دل میں عزت نہیں ہوتی لوگوں کے پاس حکومت ہوتی ہے لیکن پبلک میں کوئی عزت واحترام نہیں ہوتا۔ عزت صرف انہی کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور انہیں جو عزت ملے وہ بھی دراصل اللہ کی عزت ہے جیسے زمین روشن ہو جاتی ہے تو روشنی تو دراصل سورج کی ہے۔ اس کا تعلق سورج سے ہے سامنے آگئی تو روشنی ہو گئی۔

التادب بنوم شئ من الیل:

قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ (یونس:67)

ترجمہ: وہ ایسا ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو۔

''اس میں دلیل ہے اس پر کہ رات کو کسی قدر سو رہنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں مصلحت الٰہیہ کی موافقت ہے اور موافقت میں ظاہر ہے کہ ادب کی کیسی رعایت ہے۔''

فرماتے ہیں یہ جو لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ میں ساری رات بیٹھ کر نفل پڑھتا رہوں، تلاوت کرتا رہوں یا اللہ اللہ کرتا رہوں یہ درست نہیں ہے رات کو سونا بھی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک صحابیؓ کی شکایت کی گئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارا دن تو مشقت اور کام کرتے ہیں اور ساری رات عبادت کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مفہوم عرض کر رہا ہوں حدیث کے الفاظ یاد نہیں) کہ بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اس لئے تو عبادت بھی کر، آرام بھی کر، عبادت کرنا تیرا حق ہے تجھے چاہیے کہ تو اللہ کی عبادت کر لیکن تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے اسے آرام بھی دے، رات کو عبادت بھی کرو، سو بھی جایا کرو۔ تو کسی بھی کام میں شدت سے منع فرمایا گیا تو فرمایا جب اللہ کریم فرماتے ہیں کہ رات تمہارے لئے بنائی گئی ہے کہ تم آرام کرو اور سکون حاصل کرو۔ تو رات کو سونا بھی ضروری ہے۔ اور یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ جو بندہ عشاء کی نماز باجماعت پڑھتا ہے اور پھر فجر اٹھ کر باجماعت پڑھتا ہے تو اس کے سارے رات سونے کو بھی اللہ کریم اس کی نماز میں ہی شامل کر لیتے ہیں گویا وہ عبادت ہی کرتا رہا تو عبادت بھی کرنی چاہیے لیکن آرام بھی کرنا چاہیے۔ کوئی ایک آدھ رات کسی خاص رات کو جاگنا اور بات ہے۔ بعض لوگوں کا یہ معمول بن جاتا ہے تو یہ درست نہیں۔

ذات وصفات میں بدون دلیل قطعی کے کلام کی ممانعت

قولہ تعالیٰ: اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یونس:68)

ترجمہ: کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔

''اس میں ذات وصفات کے متعلق تخمینیات ومجازفات سے خواہ وہ استدلالی ہوں یا ذوقی ہوں کلام کرنے پر انکار ہے اور اس میں اہل علم و

اہل تصوف کثرت سے مبتلا ہیں۔"

فرماتے ہیں یہ جو گناہ ہے یہ صوفی زیادہ کرتے ہیں اور یہ نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ کی ذات یا اس کی صفات کے بارے اپنے ذوقی دلائل ہوں یا استدلالی ہوں کہیں سے کوئی بات سن لی ہو یا پڑھ لی ہو یا اپنے ذوق مشاہدہ کشف پر ہو تو اللہ کی ذات اور صفات کے بارے کوئی رائے نہیں دینی چاہیے اسی پر رہنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور متقدمین نے بتایا۔ اس لئے فرمایا تمہاری حیثیت نہیں کہ تم سمجھ سکو۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اللہ کے بارے وہ بات کہتے ہیں جن کو خود جانتے ہی نہیں تمہارا علم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس بات پر رہو اللہ کی ذات کے بارے اس کی صفات کے بارے جو رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اس سے بڑھ کر اپنے ذوق پر بات نہ کرو۔ فرماتے ہیں اکثر صوفی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

میں نے ایک صوفی کے حالات میں پڑھا تھا کہ وہ بیس برس تک نمازیں اس حال میں پڑھتے رہے کہ اپنی آخری منزل پر چلے جاتے سامنے انوار ہی انوارات ہوتے تو انہیں رکوع وسجود کرتے رہتے کہ میں اللہ کے روبرو ہوں اور اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ بیس برس بعد انہیں سمجھ آئی کہ یہ انوارات تو میرے نفس کے ہیں۔ تو حضرتؒ ہمیں یہ واقعہ سنایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ پھر انہوں نے بیس برس کی نمازیں دوبارہ پڑھیں اور اس شرک سے توبہ کی یا اللہ میں تو اپنے نفس کی پوجا کرتا رہا مجھے معاف کر دے اور پھر بیس برس کی نمازیں قضا فرمائیں، لوٹائیں کیونکہ جو انوارات نظر آرہے تھے، وہ سمجھ رہے تھے ذات باری ہے حالانکہ وہ تو ان کے اپنے نفس کے انوارات تھے لیکن کیونکہ ان میں خلوص تھا اللہ نے انہیں احساس دلا دیا کہ یہ تیرے نفس کے انوارات ہیں۔ تو فرمایا یہ غلطی صوفیوں سے اکثر ہوتی ہے انہیں اس میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ متقدمین کا اتباع کرنا چاہیے۔

فساد استعداد

قولہ تعالیٰ: كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ (یونس:74)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔

"یہ طبع وہی ہے جس سے فساد استعداد کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔" یعنی کفر اور گستاخی ایسی مصیبت ہے کہ جس سے ناراض ہو کر اللہ کریم دل میں جو قبولیت کی استعداد ہے وہی ختم کر دیتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آدمی سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن قبول نہیں کرتا۔ قبول کرنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے جیسے ابو جہل ایک دفعہ بڑا پریشان بیٹھا تھا تو کوئی دوست ملنے آ گیا۔ اس نے کہا کہ تمہیں تو اس وادی کا سردار اور ابی الحکم کہتے ہیں۔ تمہارا حکم مانا جاتا ہے اور تم اس وادی کے سردار ہو اور تم ہی پریشان ہو تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ تم کیوں پریشان ہو؟ تو کہنے لگا اس ایک نوجوان نے مجھے پریشان کر دیا ہے اور اس نے ہمارا سارا نظام تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور یہ دن بدن طاقت پکڑتا جا رہا ہے۔ اس نے کہا کمال آدمی ہو تمہارے حکم پر تو لوگوں کو گھروں سے نکال دیا جاتا ہے آبادیاں اجاڑ دی جاتی ہیں ایک بندے کیلئے پریشان ہو ایک بندے کی کیا بات ہے اسے ختم کر دو۔ کہنے لگا تم کیا سمجھتے ہو ہم نے اس کے قتل میں کسر اٹھا رکھی ہے؟ لیکن وہ اللہ کا نبی ہے اسے اللہ بچا لیتا ہے ہم قتل نہیں کر سکتے۔ تو وہ مبہوت رہ گیا۔ اس نے کہا عجیب بات ہے تمہیں بھی پتہ ہے وہ اللہ کا نبی ہے؟ تو کہنے لگا اس میں کیا شک ہے اگر نبی نہ ہوتا تو کب کا ہم نے اڑا دیا ہوتا اسے اللہ بچا لیتا ہے۔ تو اس نے کہا پھر مان کیوں نہیں لیتے؟ جب پتہ ہے اللہ کا نبی ہے تو پھر ماننے میں کیا چیز مانع ہے؟ کہنے لگا اگر مان لیں تو پھر ہم غلام ہو گئے پھر تو اقتدار اس کے پاس چلا جائے گا ہماری کون سنے گا ہم تو پھر عام آدمی ہو جائیں گے ہماری ساری عزت خاک میں مل جائے گی ہماری عظمت کہاں جائے گی اس لئے نہیں مانتے۔ یعنی جانتا تھا مانتا نہیں تھا۔ اور قرآن کریم نے اسی کو کفر جحودی کہا ہے۔ کفر جحودی یہ ہوتا ہے کہ کافر حقیقت کو جان رہا ہوتا ہے مانتا نہیں کہ اس میں میری سبکی ہے یا میری ہار ہے مانوں گا نہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے فرمایا بعض گناہوں کی وجہ سے اللہ کریم ماننے کی جو استعداد ہے وہ چھین لیتے ہیں اور یہ بہت بڑی سزا ہے۔

اہل باطل کی مشیخیت چلتی نہیں

قولہ تعالیٰ: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ (یونس:77)

ترجمہ: حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

"یعنی اہل حق کے مقابلہ میں اور اسی پر مشائخ اہل باطل کا حال قیاس کرلیا جاوے۔"

فرماتے ہیں جادوگر اہل حق کے مقابلے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا اور اسی پر جو لوگ اہل باطل کے مشائخ بنے ہوئے ہیں ان کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی سامنے صاحب حال اہل حق ہو تو ان کا کوئی بس نہیں چلتا وہ ہمیشہ ناکام ہوتے ہیں۔

دعا کا توکل کے منافی نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (یونس:85)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختہ مشق نہ بنا۔

"روح میں ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ توکل دعا کے منافی ہے کیونکہ حاصل توکل کا یہ ہے کہ اسباب عادیہ پر نظر نہ ہو صرف سبب پر نظر ہو اور اس اعتقاد کے ساتھ اگر اسباب کو اختیار بھی کرے تب بھی متوکل قرار دیا جاوے گا اور (تو اسباب غیر مادیہ کے ساتھ کہ ان میں سے دعا بھی ہے تو کل بدرجہ اولی باقی رہے گا۔)"

یعنی یہ دعا کی گئی کہ اے اللہ ہمیں ان اہل باطل کا تختہ مشق نہ بنا تو دعا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ توکل کے خلاف یہ ہے کہ کسی چیز سے بچنے کے لئے غیر شرعی ذریعہ اختیار کیا جائے۔ توکل یہ ہے کہ بھروسہ اللہ پر کرے اور اسباب بھی اختیار کرے جیسے ایک آدمی بیمار ہو گیا وہ کہے میں دوائی نہیں لیتا میرا اللہ پر توکل ہے میں ٹھیک ہو جاؤں گا تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے دوا کرنا مسنون ہے اور اللہ نے دوا بنائی ہے دوا لے لیکن شفا دوا میں نہ سمجھے ایمان یہ ہو کہ شفا اللہ کے پاس ہے وہ چاہے گا تو اس دوا سے شفا دے دے گا نہیں تو کسی اور سے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ یعنی توکل کا مطلب ہے جائز وسائل اختیار کرے۔ وسائل کا اختیار کرنا الگ سے اطاعت الٰہی ہے اور بھروسہ اللہ پر ہو کہ نتیجہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔ وسائل سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

مرید پر بعض برکات و بلا واسطہ اطلاع شیخ کے فائض ہونا لیکن بلا واسطہ برکت شیخ کے

قولہ تعالیٰ: لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ (یونس:98)

ترجمہ: جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا۔

"اس میں دلالت ہے اس پر کہ یہ امر ممکن ہے کہ مرید پر کوئی ایسا فیض ہو جس کی خبر شیخ کو نہ ہو جیسا حضرت یونس علیہ السلام کو ان کے قبول ایمان کی اطلاع نہ ہوئی کہ وہ فیض شیخ ہی کی برکت سے ہو جیسا ان کا ایمان حضرت یونس علیہ السلام کی برکات سے تھا۔"

تو اس میں حضرت فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے مرید پر کوئی ایسی نعمت اللہ کی طرف سے آجائے جس کا شیخ کو پتہ بھی نہ ہو اور وہ نعمت مرید کو مل جائے لیکن یاد رہے کہ وہ ملتی بوساطت شیخ ہی ہے۔ ملی اس وجہ سے ہے کہ اس شیخ کا شاگرد تھا خواہ شیخ کو پتہ بھی نہ ہو جیسے ان لوگوں کو جو ایمان نصیب ہوا اور انہوں نے توبہ کی اور عذاب ٹل گیا تو نصیب تو یونس علیہ السلام کی وجہ سے ہوا وہی اس کی تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن یونس علیہ السلام کو پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے ایمان قبول کر لیا ہے لیکن ہوا تو انہی کی وساطت سے تو اس طرح ہوتا ہے کہ مرید پر کوئی نعمت نازل ہو اور شیخ کو پتہ نہ ہو لیکن وہ ہوتو وہ شیخ کی برکات کے سبب ہی ہے۔

تصدی پر انکار

قولہ تعالیٰ: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس:99)

ترجمہ: سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آویں۔

"اس میں دلالت ہے کہ بعد تبلیغ کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں۔"

فرماتے ہیں تبلیغ کا یہ طریقہ نہیں کہ بندے کو پریشان ہی کر دو۔ تبلیغ ہوتی ہے بات پہنچانا لیکن گھیر لینا اور پکڑ لینا اور اصرار کرنا یہ تبلیغ کے آداب میں نہیں ہے۔ ہمارے جو ساتھی تبلیغ پر جاتے ہیں (بقیہ صفحہ نمبر 36)

17 جون 2012

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

سوال: کنوز دل کے صفحہ 114 پر ہے کہ حضرت خضر نے ایک کمسن بچے کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض فرمایا بعد میں جب انہوں نے وضاحت فرمائی تو بتایا کہ بچہ مزاجاً برائی کی طرف مائل تھا۔ بڑا ہو کر والدین کے لئے پریشانیاں پیدا کرنے والا تھا۔ مگر اس کے والدین نیکی پر گامزن تھے اس لئے اللہ نے اِسے اٹھالیا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کُل مولود یولد علی الفطرہ

تو حضرت خضر کا یہ فرمانا کہ یہ بچہ مزاجاً برائی کی طرف مائل ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سوال میں نقل میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ ہو بہو الفاظ نقل نہیں کئے گئے جو خود سمجھا وہ نقل کر دیا۔ ہم ایک جملہ پڑھتے ہیں اس سے ہم نے کیا سمجھا وہ ایک الگ بات ہے لیکن جب وہ آپ نقل کرتے ہیں جو وہ جملہ جیسا ہے ویسا آپ نقل کریں۔ اس سوال میں اکثر وہ جملے لکھنے والے نے جو سمجھا وہ نقل کر دیا۔ ایسا ہو بہو کتاب میں نہیں ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کون ہیں؟ حضرت جیؒ کی تحقیق کے مطابق حضرت خضرؑ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ انتہائی اعلیٰ مقامات کے حامل ولی تھے اور اپنے عہد کے صاحب منصب قطب مدار تھے۔ وصال کے بعد اُن کی روح ملا الاعلیٰ میں شامل فرمادی گئی۔ اعلیٰ فرشتوں میں شامل فرمادی گئی۔ بعض اہل اللہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ بعد از وصال اُن کی ارواح فرشتوں میں شامل کر دی جاتی ہیں تو تکوینی امور میں جس طرح فرشتوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی ارواح سے بھی لیا جاتا ہے۔ تکوینی امور وہ ہوتے ہیں جن کا فیصلہ اللہ کریم خود فرماتے ہیں، حکم دیتے ہیں یہ کئے جائیں۔ اُن میں حضرت خضرؑ کی روح بھی شامل ہیں۔ تشریعی امور وہ ہیں جن امور کا علم انبیاءؑ کو دیا جاتا ہے اُن کے اصول اور ضابطے ہوتے ہیں۔ تکوینی امور وہ ہیں جن کے اسباب اللہ کریم جانتے ہیں۔ اور اللہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں وہ کام کر دیتے ہیں تو جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہی عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ نہیں چل سکیں گے اس لئے کہ آپ کو ان چیزوں کا علم نہیں دیا گیا۔ آپ کا علم تشریعی ہے آپ کے پاس شریعت کا سارا علم ہے۔ آپ کی شان اور عظمت کے مطابق ہے لیکن آپ کا تکوینی امور میں دخل نہیں ہے ان کو آپ نہیں سمجھ سکیں گے۔ ہم ایک دفعہ ایک گھر میں تھے یہی سوال پیدا ہوا۔ باتوں باتوں میں حضرت خضر کے بارے میں سوال ہوا۔ بات چلتی رہی۔ حضرت قاضی صاحب بھی تھے۔ تو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ قاضی صاحب دیکھیں اس وقت خضر علیہ السلام کہاں ہیں۔ قاضی صاحب نے مراقبہ کیا۔ کہنے لگے، میں نے آسمانوں میں تو نگاہ دوڑائی ہے، آسمانوں میں تو نہیں ہیں۔ حضرت نے کہا، میں نے کب کہا ہے آسمانوں میں دیکھیں زمین پر دیکھ لیں۔ تھوڑی دیر قاضی صاحب مراقب ہوئے اور کہنے لگے زمین پر بھی نہیں۔ حضرت مسکرائے اور کہنے لگے قاضی صاحب آسمانوں پر بھی نہیں زمین پر بھی نہیں پھر ہیں کہاں؟ جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت جی کے اچھے شاگردوں میں سے ایک ساتھی تھا اس عہد میں اس کے پاس قطب مدار کا منصب تھا۔ فرمایا: قاضی صاحب ساری دنیا چھان ماری جس کمرے میں بیٹھے ہیں اس میں بھی نگاہ مارلیں۔ فرمایا: وہ تو یہ بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کمال ہے آپ نے زمین و آسمان چھان مارے اور اپنے پاس کا پتہ نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا: یہ قطب مدار تھے اسی منصب پر ان کا وصال ہوا۔ اللہ نے انہیں تکوینی

امور پر فرشتوں کے ساتھ لگا دیا ہے۔ یہ عموماً قطب مدار کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس عہد میں جو قطب مدار ہو اُس کے ساتھ ان کا تعاون ہوتا ہے۔ یہ تو خضرؑ کے متعلق جو میں جانتا ہوں میں نے عرض کر دیا۔ اب رہی بچے کی بات تو ان کا یہ فرمانا کہ بچہ مزاجاً برائی کی طرف مائل تھا جبکہ ہر بچہ فطری استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے۔ فطری استعداد سے مراد کوئی نیکی کی استعداد نہیں ہے۔ فطری استعداد انسان کی یہ ہوتی ہے اور یہ عمومی اصول ہے کہ وہ اس میں استعداد ہوتی ہے کہ وہ برائی کا راستہ بھی اپنا سکتا ہے بھلائی کا راستہ بھی اپنا سکتا ہے۔ اس کے لئے جو استعداد یا جو چیزیں چاہئیں وہ اس میں موجود ہوتی ہیں۔ **کُل مولود یولد علی فطرہ** ہر پیدا ہونے والا فطری استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے نبی کریم ﷺ کا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان بھی پیدا ہوتا ہے۔ جو ساری عمر اس کے ساتھ گذارتا ہے اور جب وہ بندہ مرجاتا ہے تو جہاں اس کا مدفن بنتا ہے یا جہاں اس کی خاک ہے یا جہاں وہ ملتا ہے تو چونکہ شیاطین کی عمر ہزاروں برس ہوتی ہے تو وہ پھر باقی عمر وہیں بسر کر دیتا ہے کسی دوسرے کے ساتھ نہیں جاتا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ آپ کے ساتھ بھی۔ فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی شیطان پیدا ہوا لیکن جو میرے ساتھ پیدا ہوا وہ تو مجھ پر ایمان لے آیا۔ مسلمان ہو گیا۔ تو اللہ کریم عالم الغیب والشہادہ ہیں۔ وہ حاضر و غیب سب کو جانتے ہیں۔ اب یہ جو والدین تھے جن کی اولاد تھی اُن کے پاس بھی تو وہی فطری استعداد تھی۔ اور فطری استعداد یہ ہوتی ہے

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر:3) ہم نے اس میں ایک طاقت ایک استعداد رکھ دی ہے۔ راستہ واضح کر دیا ہے اب اس کا انتخاب کہ وہ شکر گزار بندہ بنتا ہے یا ناشکری کی طرف جاتا ہے۔ اللہ نے راستہ سامنے کر دیا۔ دونوں طرف کی استعداد اس کے پاس ہے اسی لئے تو انسان جوابدہ ہے مکلف ہے۔ اگر مجبور محض ہو کر نیکی پر لگا دیا جاتا تو اجر کس بات کا؟ مجبور محض کر کے برائی پر لگا دیا جاتا تو سزا کس بات کی؟ اختیار یہی ہے بندے کے پاس کہ وہ نیکی یا برائی میں سے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کے پاس استعداد ہے جس طرف چلنا ہے اُسے استعمال کرتا جاتا ہے۔ اسی کا جوابدہ ہے۔ تو تقدیر دو طرح سے ہے قضائے مبرم اور قضائے معلق۔ قضائے مبرم وہ تقدیر ہے جس کا فیصلہ ہو چکا اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ قضائے معلق وہ ہے جو درمیان میں مسلط کر دی جاتی ہے جس کا انگریزی ترجمہ بنتا ہے Hanging decision۔ جس کا تعلق انسانی کردار سے ہوتا ہے۔ جیسے قوموں کی قومیں تباہ ہو گئیں۔ غرق آب ہوئیں، آسمانوں سے آگ برسی، زمین میں دھنس گئیں۔ تو سب کی جو موت یا پیدائش کا وقت ایک تو نہیں تھا۔ ان کے کردار سے اُن پر جو قضائے معلق تھی وہ مسلط کر دی گئی۔ تباہ ہو گئے۔ اب یہ والدین کی بھی ایک قضائے معلق تھی۔ بچہ ابھی چھوٹا ہی تھا تو فطری طور پر اس کی شیطنت کی طرف توجہ ہو گئی لیکن والدین کو اللہ نے توفیق بخشی کہ ان دونوں نے نیکی کی طرف اپنا قدم بڑھایا۔ وہاں سولہواں پارہ شروع ہوتا ہے۔ شروع شروع میں جب حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ اس بچے کا فطری طور پر برائی کی طرف اس قدر رجحان ہو گیا تھا کہ اگر یہ بڑا ہوتا تو ممکن ہے کہ یہ والدین کو نہ صرف گناہ بلکہ کفر و شرک تک لے جاتا۔ لیکن اُن کا میلان نیکی کی طرف تھا، وہ نیک تھے۔ تو اللہ کریم نے فیصلہ کیا۔ کسی بد کو زبردستی نیک نہیں کیا جاتا، کسی نیک کو زبردستی بد نہیں کیا جاتا۔ اللہ نے اس کے اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور مجھے حکم دیا میں اس کا سبب بن گیا اور اس پر موت وارد ہو گئی۔ اب اللہ انہیں اس کے بدلے بہتر اولاد عطا فرمائے گا۔ تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اُن کے ہاں ایک بیٹی ہوئی۔ بڑی ہو کر اس کی شادی اللہ کے ایک نبیؑ سے ہوئی اور پھر کئی انبیاء اس کی نسل میں سے مبعوث ہوئے۔ تو تقدیر معلق کے فیصلے میں اس کا مدار انسانی ایمان ویقین، کردار و عمل پر ہے۔ اللہ کریم مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے جانتے ہیں، اللہ کا علم قدیم ہے، حضوری ہے۔ اللہ کے علم میں ماضی حال مستقبل نہیں ہے۔ ہر چیز ہمہ وقت اللہ کے علم میں موجود ہے حاضر ہے۔ جو کچھ ہو چکا وہ بھی اللہ کے ہاں حاضر ہے، جو ہونے والا ہے وہ بھی اللہ کے ہاں حاضر ہے، جو ہو رہا ہے وہ بھی اللہ کے ہاں حاضر ہے۔ یہ واقعہ قرآن کریم میں بیان کرنے سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم اپنے کردار کی اصلاح کریں تو اللہ کریم ہمارے مستقبل کو بھی اور عاقبت کو بھی سنوار دیتا ہے۔ اس کی بنیاد ہمارا دلی فیصلہ بنتا ہے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ اگر ہمارا دل دنیا میں الجھ گیا اور ہم نے اللہ کی اطاعت اور نبی

ﷺ کی اطاعت چھوڑ دی۔ اللہ کی اطاعت اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا نام ہے۔ ایمان سے بھٹک گئے یا ایمان اتنا کمزور ہو گیا کہ کسی گناہ سے ہمیں روک نہیں سکتا۔ تو یہ کمزوری ایسے ہوتی ہے جیسے مریض قریب المرگ ہوتا ہے۔ کہ اس میں زندگی تو ہے لیکن وہ حرکت نہیں کر سکتا کھا پی نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے کسی بھی لمحے وہ مر جائے۔ اگر ایمان کی یہ حالت ہو جائے کہ وہ ہمیں اللہ کی کسی نافرمانی سے روک نہ سکے تو یہ قریب المرگ انسان ہے کسی بھی وقت مر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے بندہ کسی وقت ایمان سے فارغ ہو جائے کفر کی طرف چلا جائے۔ تو یہ بڑا ہو کر والدین کے لئے پریشانیاں پیدا کرنے والا تھا، نہیں بلکہ قرآن کریم میں ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انہیں کفر و شرک کی طرف دھکیل دے دیتا۔ تو نقل کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو کچھ آپ کتاب میں پڑھتے ہیں وہ الفاظ ہو بہو نقل کریں۔ جو کچھ آپ نے سمجھا ہے وہ نہ کریں۔ ایک جملے سے میں مختلف سمجھتا ہوں آپ مختلف سمجھتے ہیں، دوسرا آدمی مختلف سمجھ سکتا ہے۔ تو اپنی سمجھ نہ لکھیں جملہ ہو بہو نقل کریں۔ تو اس میں سبق یہ دیا گیا ہے کہ تخلیقی طور پر انسان کو فطری استعداد دے دی جاتی ہے۔ فطری استعداد سے مراد یہ ہے کہ اس میں صلاحیت موجود ہے اگر وہ برائی کی طرف جانے کا فیصلہ کرے تو برائی والی طاقتیں پروان چڑھنے لگتی ہیں۔ اگر نیکی کی طرف جانے کا فیصلہ کرے تو نیکی والی صلاحیتیں پروان چڑھنے لگتی ہیں اور پھر اللہ کریم جانتے ہیں لیکن فیصلہ تب فرماتے ہیں جب کوئی عمل کرتا ہے۔ اب ایک بندے کے بارے آپ جانتے ہیں کہ یہ فلاں بندے کو قتل کر دے گا تو کیا آپ اُسے سزائے موت دلوا سکتے ہیں؟ قتل کرے گا تو سزا ملے گی نا۔ ابلیس کے بارے اللہ کریم جانتے تھے اور جب اس کا کفر ظاہر ہوا تو قرآن کریم میں آتا ہے كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (ص:74) تھا ہی کافروں میں سے۔ علم الٰہی میں تو موجود تھا کہ یہ کافر ہے۔ یہ اس کا ایمان اور عبادات ساری ملمع سازی ہے لیکن ہزاروں برس عبادت کرتا رہا۔ اللہ اس کے درجات بڑھاتے رہے۔ حتیٰ کہ اُسے فرشتوں میں شامل کر دیا۔ جب کفر ظاہر ہوا تو اس کو سزا مل گئی اور مردار ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو کر پھٹکار لے کر آسمانوں سے پھینک دیا گیا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
ہزاروں برس گر سجدوں میں سر مارا تو کیا مارا

تو یہ نہیں کہ اللہ کو پتہ نہیں تھا کہ یہ اس طرح کا ہے۔ اللہ کو علم تھا لیکن جب تک وہ نیکی کرتا رہا اس پر وہ اثرات مرتب ہوتے رہے۔ جب اس نے برائی اپنائی اس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ ساری نیکی غارت ہو گئی۔ سارے مقامات سلب ہو گئے۔ اور قرآن نے فرمایا كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ كَانَ ماضی کا صیغہ ہے۔ تھا ہی کافروں میں۔ اللہ کو علم تھا کہ یہ کافر ہے۔ اس طرح بعض لوگ برسوں اہل اللہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ مراقبات بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن جب ان کا باطن ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس دین کو یا اس دینی نعمت کو حصول دنیا یا حصول اقتدار کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں تو ہر چیز ایک دم غارت ہو جاتی ہے۔ ہم حیران ہوتے رہتے ہیں کہ یہ شخص فلاں ہستی کے ساتھ اتنے برسوں رہا تو ایسا کیوں ہو گیا۔ ایسا اپنے کردار کی وجہ سے ہوتا ہے، اس ہستی کا کیا قصور ہے۔ جب اس کا کردار پوشیدہ تھا مراقبات بھی ہوتے رہے۔ جب ظاہر ہو گیا تو سب کچھ چلا گیا۔ اس بچے نے بڑا ہو کر جو کچھ بننا تھا وہ اللہ کریم کے علم میں تھا۔ تو اُن کی نیکی کی وجہ سے جو اس بچے پر موت آ گئی۔ اس نے وہ برائیاں نہ کیں۔ اس کی سزا سے وہ بھی بچ گیا۔ یہ اُن کی نیکی کا اثر تھا۔ اگر اُسے مہلت ملتی دنیا میں رہنے کی تو وہ کفر و شرک میں جانے کہاں جاتا اور انہوں نے جب اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کا فیصلہ اور عمل اس پر شروع کر دیا تو اللہ نے اس آزمائش کو آسانی میں بدل دیا۔ اس بچے کو اٹھا لیا اور اُنہیں ایک نیک فطرت بچی عطا کر دی وہ جوان ہو کر نبی کی اہلیہ بنیں۔ اور پھر آگے اس کی اولاد میں کتنے انبیاء اور کتنا عرصہ نبوت چلتی رہی۔ تو حضرت خضر کا یہ فرمانا کہ بچہ مزاجاً برائی کی طرف مائل تھا یہ الفاظ بھی کتاب کے نہیں لگتے مجھے یہ بھی قاری کی اپنی سمجھ ہے۔ حضرت خضر کا جو فرمانا ہے وہ قرآن کریم میں موجود ہے اور میرا خیال ہے وہاں الفاظ آتے ہیں طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا (الکہف:80) یہ بڑا ہو کر انہیں باغی اور کافر بنا دینے کا سبب بن جائے گا۔ برائی کے الفاظ نہیں ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے قرآن کریم کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا کے الفاظ آتے ہیں۔ طغیان ہوتی ہے بغاوت اور کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

تو یہ تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں اور تقدیر جیسے میں نے پہلے عرض کیا دو طرح سے ہے۔ تقدیر مبرم اُس کا فیصلہ ہے کسی نے پیدا ہونا ہے وہ ہوگا اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ جب کسی کا فیصلہ آ گیا اس کی موت آ گئی تقدیر مبرم آ گئی وہ مر جائے گا۔ لیکن ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو انسانی فیصلوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہے جیسے آگے جا کر ایک راستہ دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ اب ایک راستے میں قدرت نے ایک زہریلا ناگ بٹھا دیا ہے دوسرا راستہ صاف ہے۔ وہاں بورڈ بھی لگا دیا کہ اس طرف جانا خطرناک ہے۔ یہ ہے شریعت اسلامہ کہ ہر برائی کے راستے میں بورڈ لگا ہوا ہے کہ یہ خطرناک راستہ ہے اب بندہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اسی راستے پر جاتا ہے اُسے سانپ ڈس لیتا ہے۔ دوسرے راستے پر جاتا ہے محفوظ رہتا ہے تو یہ فیصلہ بندے کا ہے کہ وہ کس راستے پر جاتا ہے اگلا فیصلہ قدرت کا ہے اس پر گیا تو تقدیر مبرم تو نہیں تھی۔ تقدیر مبرم ہوتی تو اس راستے جاتا یا اس راستے جاتا دونوں طرف موت ملتی۔ تقدیر معلق تھی اس طرف جاتا تو سانپ کے ڈسنے سے مر جاتا ادھر گیا تو بچ گیا۔ تو یہ اس طرح کے فیصلے ہوتے ہیں اور اللہ کریم ہی انہیں بہتر جانتے ہیں۔ بہر حال بات یہ ہے کہ جو دامان رسالت سے وابستہ ہو گیا اس کی غائبانہ نگہداشت کی جاتی ہے۔ اللہ کریم اس کا تحفظ فرماتے ہیں۔ اور ایسے اسباب و ذرائع سے اسے بچاتے ہیں جو برائی کا سبب بن سکتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی کرم ہے اللہ کا اور انتہائی احسان ہے کہ جس بات کو انسان نہیں بھی جانتا، آنے والے خطرات جو ہیں اس کے ایمان اور اس کی آخرت کے لئے اس سے بھی اس کی حفاظت فرمائیں تو یہ برکات ہیں سنت نبوی علیٰ صاحب والصلوٰۃ والسلام پر قائم رہنے کی تو یہ سبق ہم کو اس واقعہ سے حاصل کرنا چاہئے جو اس کا ماحصل ہے۔ بہت سے سوال یہاں پیدا ہوتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تو اولوالعزم رسول تھے۔ اللہ کریم اور رب جلیل سے شرف ہم کلامی حاصل تھا۔ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء:164) پھر بھی انہیں بات کی سمجھ نہیں آئی اور خضر علیہ السلام جانتے تھے۔ تو یہ ضروری نہیں، خضر علیہ السلام ولی اللہ تھے۔ اب ایک شخص بہت امیر ہے اس کے پاس دس گاڑیاں ہیں۔ اس کو کار چلانا نہیں آتا تو ضروری نہیں جو ڈرائیور کار چلا سکتا ہے وہ درجے میں اس سے بڑا ہو گیا۔ وہ کار چلانا نہیں جانتا یہ کار چلانا جانتا ہے۔ یہ تو ہم نہیں سوچتے کہ یہ درجے میں اس پر بڑھ گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ تو اس کا ملازم ہے۔ لیکن اس علم میں یا گاڑی کے چلانے میں، گاڑی کو جوڑنے کھولنے یا درست کرنے میں یہ فنر اس سے زیادہ جانتا ہے۔ جسے اللہ نے گاڑیاں دی ہیں اس کی گاڑی کہیں بند ہو جائے وہ پریشان ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ جو چلانا جانتے ہیں وہ بھی بیٹھ جاتے ہیں پریشان ہو کر کہ اب کسی مستری کو بلاؤ وہ دیکھے گا کہ اس میں خرابی کہاں ہے۔ وہ منٹوں میں اُسے ٹھیک کر دیتا ہے۔ تو یہ الگ الگ شعبے ہیں اور کسی شعبے میں کسی کو اللہ نے مقرر کر دیا ہے کسی کو کسی میں مقرر کر دیا ہے۔ اور ہر نبی اپنے عہد کے تشریعی امور، شریعت کے جتنے معاملات ہیں اُن میں سب سے بہتر جاننے والا، نبی ہوتا ہے اور دوسری ساری مخلوق کا رہنما ہوتا ہے اور انہیں بتاتا اور سمجھاتا اور سکھاتا ہے۔ اب یہ شعبہ ہی تکوینی امور کا دوسرا ہے، جس کا تشریعی امور سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہ قدرت کے فیصلے ہیں جو کسی کے کردار و عمل کے مطابق صادر ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر عمل درآمد فرشتے کرتے ہیں۔ اللہ قادر ہے جو چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ لیکن دنیا عالم اسباب ہے۔ قدرت نے اسے عالم اسباب بنایا تو قدرت اس میں بھی جو کام کرتی ہے اس میں سبب پیدا کرتی ہے اور اس سبب کے نتیجے میں وہ کام ہوتا ہے۔ وہ سبب ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے پیدا فرمانا منظور تھا۔ اکیلی خاتون سے بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو جبرائیل امین کو بھیجا کہ آپ دم کر دیں بغیر باپ کے پیدا کرنا ہے تو بغیر دم کے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ترک سبب کو اللہ نے درست قرار نہیں دیا۔ عالم اسباب میں روح الامین جبرئیل علیہ السلام کے دم کو سبب بنایا۔ اس میں یہ بات بھی آ گئی کہ ہمارے لوگ جو سمجھتے ہیں کہ کام اسباب چھوڑ دو تو یہ توکل ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ اسباب اختیار کرنا اور نتیجے کی امید اللہ سے رکھنا توکل ہے۔ اسباب چھوڑ دینا اور کہنا یہ از خود ہو جائے گا یہ توکل نہیں ہے۔ یہ فطری قوانین کی خلاف ورزی اور جرم ہے۔ ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ اسباب چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں خود ہی اللہ کریم کر دے گا۔ ہم تو تبلیغ پر جا رہے ہیں بیوی بچوں کو اللہ سنبھالے گا۔ ہم اللہ کے کام پر جا رہے ہیں اس لئے اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمارا کام کرے۔ بھئی اللہ نے جو ذمہ داری تمہیں دی ہے اس میں سے

جان چھڑاتے ہو پھر تبلیغ ہی اللہ کے ذمے کردو کہ اللہ کو تو فاصلہ طے نہیں کرنا پڑتا وہ خود ہی کرے تم اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔تبلیغ دین ایک اہم فریضہ ہے اور بہت بڑی بات ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں لکھا کہ مجھ سے برائی نہیں چھوٹتی۔ جھوٹ بول دیتا ہوں۔اس طرح کی کوئی برائی اس نے لکھی (وہ لکھی نہیں گئی کتابوں میں) کہ وہ مجھ سے نہیں چھوٹتی۔تو انہوں نے تجویز فرمایا کہ اس پر وعظ کیا کرو تم تو مولوی ہو تو اس پر قرآن وحدیث سے دلائل دیا کرو، لوگوں کو سمجھایا کرو کہ یہ نہیں کرنی چاہیے اس کا یہ جرم ہے اس کے لئے یہ حکم ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کسی کو سمجھ آئے نہ آئے اللہ تمہیں توفیق دے دے گا۔تم اس سے بچ جاؤ گے۔تو تبلیغ کا ایک یہ بڑا فائدہ ہے کہ جب آپ تبلیغ کرتے ہیں تو دوسرے کو بھی اللہ فائدہ دیتا ہے لیکن بالفرض اگر کسی کو بھی آپ کی بات کی سمجھ نہ آئے تو جس بات کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ آپ کے اپنے دل میں بیٹھ جاتی ہے کہ کم از کم لوگوں کو منع کر رہا ہوں مجھے خود تو نہیں کرنا چاہئے۔لیکن اس کے بھی ضابطے اور اصول ہیں فرائض کی اہمیت ہے۔ بیوی کے حقوق ہیں بچوں کے حقوق ہیں۔ والدین کے حقوق ہیں۔اب سب کو چھوڑ کر بندہ سال کے لئے چلا جائے اور کہے یہ توکل ہے۔یہ توکل نہیں ہے۔اپنی ذمہ داری سے جان چھڑانا جرم ہے۔ ہر ایک کام کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔آپ محنت کریں رزق پیدا کریں۔ بیوی بچوں کو چالیس دن کے یا دس دن کے اخراجات کے لئے، بیماری آجائے تو اس کی ضرورت کے لئے، کوئی بندہ، عزیز رشتے دار کے لئے ضرورت پڑ جائے تو اس کی نگہداشت کے لئے تو جتنے دن کے لئے اُن کا انتظام کر سکتے ہیں تو کر کے جائیں تبلیغ کریں، چلہ لگائیں، مراقبات کریں، ذکر اذکار کریں ٹھیک ہے۔ ورنہ حضرت اویس قرنیؒ جیسی ہستی تابعی تو بن سکی شرفِ صحبت سے محروم رہی۔اُن کے دل کی جو کیفیت تھی اور جو عشق نبوی ﷺ تھا اور حضور ﷺ سے جو محبت تھی اس کا اظہار تو حضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ اس کی والدہ کا بڑھاپا اس کے آنے میں رکاوٹ تھا تو سیدنا فاروق اعظمؓ جیسی ہستی سے فرمایا کہ جب آپ کی ان سے ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام بھی کہیے گا، یہ بڑی اللہ کی نعمت ہے کہ اللہ کا نبی سلام بھیجے، اور میری امت کے لئے کہیں کہ دعا کریں۔تو پھر وہ حاجیوں کے قافلے کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے، مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔یہ روایت بھی درست نہیں کہ حضرت عمرؓ انہیں وہاں یمن ملنے گئے تھے۔مدینہ منورہ انہوں نے حاضری دی اور وہاں فاروق اعظمؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔پھر غالباً مجھے صحیح یاد نہیں ہے مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل ہو گئے۔وہیں ان کا وصال ہوا۔تو یہ کتنی بڑی سعادت تھی کہ شرف صحابیت سے سرفراز ہوتے پھر عشق رسول ﷺ کی نعمت بھی حاصل تھی لیکن والدہ ضعیف تھیں اور دوسرا کوئی اس کی نگہداشت کرنے والا بھی نہیں تھا۔تو ان پر یہ فرض اس سے مقدم تھا۔اُسے چھوڑ کر وہ زیارت عالیؐ کے لئے یا ایک لمحہ صحبت عالی نصیب ہو جاتی تو صحابی ہو جاتے، اس کے لئے نہ جا سکے۔تو ہم سارے خاندان کو چھوڑ کر تبلیغ کے لئے جانے کا جواز کہاں سے رکھتے ہیں۔ہاں اُن کا انتظام ہو جائے۔اُن کے اخراجات کا انتظام ہو جائے۔صحت بیماری نگہداشت کا انتظام ہو جائے تو جتنا وقت نکال سکیں، تبلیغ کریں۔اور اس طرح سے کرتے ہیں کہ یا تو اسباب اختیار ہی نہیں کرتے اور کہتے ہیں یہ توکل ہے یا پھر جب اسباب اختیار کرتے ہیں پھر اللہ کو بھول جاتے ہیں پھر کہتے ہیں میں نے فلاں سے سفارش کرائی ہے، یا میں نے اتنے پیسے خرچ کئے ہیں یا میں نے اتنی محنت کی ہے، اب یہ کام میری مرضی کے مطابق ہو، تو یہ دونوں طریقے غلط ہو جاتے ہیں۔اسباب ترک کرنا بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔اسباب اختیار کرو اور جائز اسباب اختیار کرو۔ ناجائز وسائل اختیار کرنا بھی جائز نہیں۔ جائز اسباب اختیار کرو پوری محنت کرو پھر نتیجہ اللہ کریم پر چھوڑ دو۔نتیجہ مرتب کرنا اس کا کام ہے۔یہ توکل ہے اور یوں تشریعی فیصلے اور ہوتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اور تکوینی امور وہ خود طے کرتا ہے کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ وہ جانے اس کا کام جانے لیکن ایک بات واضح ہوگئی کہ اگر ہم خلوص دل سے دامان رسالتؐ سے وابستہ ہو جائیں تو وہ غائبانہ اور مستقبل میں آنے والے خطرات سے بھی ہماری حفاظت فرماتے ہیں۔

سوال: یہ بات بھی ان (شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ) کے بارے میں مشہور ہے کہ جنات کو انسان سے اتارتے وقت ان کا نام ضرور لیا جاتا ہے؟

جواب: مجھے بڑا تجربہ ہوا اور بے شمار لوگ اب بھی آتے ہیں اور بڑے بڑے تماشے بھی ہوئے تو مجھے تو جب کسی جن والے سے سابقہ پڑا تو جن کو محض ڈانٹا، ڈپٹا ہے اور بعض اوقات یہی کہا ہے۔ کہ دفع ہو جاؤ تو وہ بھاگ جاتے ہیں اس کے بعد پھر نہیں آتے۔ پتہ نہیں کون کس کا نام لیتا ہے۔ یہ جو پیشہ ور بنے ہوتے ہیں، جنات کا کاروبار کرتے ہیں تو یہ تو خود ان میں تو میرا خیال ہے ایمان بھی کوئی نہیں ہوتا اور یہ کام ان کا روزگار کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس طرح کے غیر مستند جملے کہتے اور ایسے کام کرتے رہتے ہیں۔ تو یہاں تو بڑے بڑے تماشے ہم نے دیکھے۔ لوگوں کو جنات کی تکلیف ہوتی تھی۔ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے۔ دسمبر کے دن تھے، سخت سردی تھی اور میری ٹانگ میں کچھ درد بھی تھا۔ تو یہاں منارے کا ایک لڑکا تھا ابھی وہ زندہ ہے۔ اُسے جن پکڑتے تھے۔ ایک دن میرے پاس آیا میں نے کہا! یہاں بیٹھو، نماز روزہ کرو، اللہ اللہ کرو ٹھیک ہو جاؤ گے۔ کہنے لگا مجھ سے نماز نہیں پڑھی جاتی کہ مجھے سے اللہ اللہ ہوتی ہے ویسے ہی مجھے ٹھیک کر دو۔ میں نے کہا، ویسے مجھ سے ٹھیک نہیں ہوتے، جاؤ۔ پھر ایک بہت بڑا عالم ہوتا تھا جہلم میں، میں نے اُسے کہا وہ آ گیا۔ کوئی دو تین دن اُس کے ساتھ لگا رہا۔ پتہ نہیں کیا کرتا رہا۔ دم چھو، رات دن کرتا رہا اور تیسرے دن وہ چلا گیا۔ میں دوپہر کو برآمدے میں بیٹھا تھا تو لڑکے کا والد آیا۔ اس کے پاس پانچ روپے تھے۔ پانچ روپے کا نوٹ تھا۔ اُن دنوں پانچ روپے کی بھی قیمت ہوتی تھی۔ تو میں نے کہا بھئی یہ کیا۔ کہنے لگا! جی یہ آپ لے لیں میں نے کہا میں کیا کروں گا کیوں اٹھائے ہوئے ہیں یہ پانچ روپے، تو کہنے لگا جی وہ جو عالم آیا تھا وہ چلا گیا اور جاتے وقت ہم نے اُسے سو روپے دیے تھے تو ابھی میرے بیٹے پر جن آیا تو اس نے ہمیں ایک سو پانچ روپے دیے کہتا ہے تم نے وہ سو روپیہ اُسے کیوں دیا تھا؟ وہ بس میں جا رہا تھا نور پور کے قریب میں اس کی جیب سے سو روپے نکال لایا ہوں میں تو وہیں ہوں مجھے تو کسی نے نہیں نکالا تو تو یہ سو کس کام پر لے کر جا رہا ہے۔ تو غلطی سے اُس کے ساتھ اس کے پانچ روپے بھی آ گئے۔ وہ سو اس طرح دوہرا تھا اس میں پانچ اُس کے بھی تھے وہ بھی میں نکال لایا ہوں یہ سو تم اپنا رکھ لو اور یہ پانچ حضرت کو دے آؤ۔ انہوں نے اس کو بلایا تھا تو یہ پانچ واپس کر آؤ۔ میں نے کہا یار! جاؤ جہلم جا کر دے آؤ میرے گلے کیوں ڈالتے ہو۔ بہر حال وہ وہاں پانچ چھوڑ کر چلا گیا۔ تو وہ اس لڑکے کو پکڑ لیتے تھے، باہر بھگا لے جاتے تھے۔ بہت بلند پہاڑی ہے ہماری گاؤں کی نیچے، پیچھے بہت بڑی گہری ویلی (Valley) ہے اوپر اسے پکڑ لے جاتے۔ تو اُس کی آواز نیچے سے آتی۔ اسے اٹھا کر نیچے لے جاتے۔ گرتے پڑتے نیچے پہنچتے تو وہ اوپر ہوتا۔ اس طرح اُسے تماشہ بنایا تھا۔ وہ چلتا رہا۔ ایک دن انہوں نے سردیوں کی شام کو پکڑا انہوں نے بھگا بھگا کر تو دس بجے تک انہیں خراب کرنے کے بعد وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر اُسے لے گئے ایک چٹان سی تھی اس پر رکھ دیا۔ یہ جو سڑک جاتی ہے۔ سڑک کے کنارے وہ چٹان ہے۔ منارہ گاؤں سے نیچے اتریں تو تنگ موڑ ہیں اُن کے ساتھ وہ چڑھ کے اوپر وہ چٹان نظر آتی ہے۔ اُس چٹان پر رکھ دیا اور جنات متمثل ہو سکتے ہیں اگر وہ چاہیں تو ہم آدمی کو بھی نظر آ سکتے ہیں۔ تو انہیں جنات مرد، عورتیں، بچے نظر آتے۔ بہت سے وہاں تھے اور وہ چھریاں تیز کر رہے تھے۔ کہ ہم اس کو ذبح کریں گے۔ تم گھر سے کوئی چارپائی وغیرہ لے آؤ اور نعش لے جانا۔ منارے اڈے پہ رات دیر تک لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ کوئی تاش کھیل رہا ہوتا ہے کوئی چائے پی رہا ہوتا ہے۔ کوئی گپیں ہانک رہا ہوتا ہے وہ سارے ہوٹلوں والے بھی چلے گئے۔ گاؤں کے بہت سے لوگ بھی چلے گئے۔ اس وقت بجلی نہیں تھی۔ ہوٹل والوں نے گیس جلائے ہوئے تھے وہ گیس اٹھا کر بھی وہیں لے گئے تو نیچے انسانوں کا ہجوم ہو گیا۔ اوپر چٹان پر جنات کا۔ بسیں گزر رہی تھیں کچھ بسیں بھی رکیں تو جنات نے پکار کر بسوں والوں کو کہا کہ تم نکل جاؤ۔ تمہارا کوئی لینا دینا نہیں۔ تو تماشا بن گیا۔ میں لیٹا ہوا تھا اپنے کمرے میں اور لیمپ سرہانے رکھا ہوا تھا اور مطالعہ کر رہا تھا اور رضائی کی ہوئی تھی (بقیہ صفحہ نمبر 44 پر)

گزشتہ سے پیوستہ

حقوق والدین

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی کتاب "حقوق والدین" سے مرتب کیا گیا

جو بدلہ اُتار دے وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں

حدیثِ مبارکہ نمبر 39

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بدلہ اُتار دے وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے تو وہ صلہ رحمی کا برتاؤ کرے۔ مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۹ از بخاری شریف)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں ان لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے جو صلہ رحمی کی ترغیب دینے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں کون پوچھتا ہے، جو ہم صلہ رحمی کریں، ہم فلاں کے پاس جاتے ہیں تو چھوٹے منہ سے بات بھی نہیں کرتا، چچا نے یہ ظلم کر رکھا ہے، اور بھتیجے نے یہ زیادتی کر رکھی ہے، پھر ہم کیسے مل سکتے ہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بھائی بہن، چچا، خالہ، ماموں وغیرہ تم سے اچھی طرح ملتے ہیں، صلہ رحمی اور حُسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور اُس کے بدلہ (تم بھی میل جول رکھتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو اور سمجھتے ہو ہم نے صلہ رحمی کر دی تو یہ حقیقی صلہ رحمی نہیں ہے جو شرعاً مطلوب ہے، کیونکہ یہ تو بدلہ اُتارنا ہوا، کیونکہ جوڑنا اور صلہ رحمی کرنا نہ ہوا، ثواب تو اس کا بھی ملتا ہے، لیکن اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے وہ قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرتا رہے، جو قطع رحمی کرے اس سے ملا کرے، سلام کیا کرے، کبھی کبھی ہدیہ دے، اس میں نفس پر زور پڑے گا، لیکن ثواب انشاء اللہ بہت ملے گا اور جس نے قطع رحمی کر رکھی ہے وہ بھی اپنے عمل سے انشاء اللہ باز آجائے گا، اگر ہر فریق اس نصیحت پر عمل کرلے تو پورا خاندان رحمت ہی رحمت بن جائے،

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے جلدی سے آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا، اور آپ ﷺ نے (بھی) جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا کہ اے عقبہؓ! کیا میں تجھے دنیا اور آخرت والوں کے افضل اخلاق نہ بتادوں؟ پھر خود ہی فرمایا کہ جو شخص تجھے محروم کر دے تو اس کو دیا کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے اُس کو معاف کر دیا کر، پھر فرمایا کہ خبردار جو یہ چاہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور رزق میں وسعت ہو اُس کو چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا برتاؤ کرے۔ (مستدرک حاکم ص ۱۶۲ ج ۴)

اولاد کی تعلیم اور تادیب کا حکم

حدیثِ مبارکہ نمبر 40

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے دس ۱۰ باتوں کی وصیت فرمائی،

۱۔ اللہ کے ساتھ (کسی چیز کو) شریک مت ٹھہرانا اگرچہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے۔

۲۔ والدین کو ہرگز نہ ستانا، اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل و عیال اور مال سے نکل جا۔

۳۔ فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑنا، کیونکہ جس نے قصداً فرض

نماز چھوڑ دی اُس سے اللہ تعالیٰ کیا ذمہ بری ہوگیا۔

۴۔شراب ہرگز مت پینا، کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے،

۵۔گناہ سے پرہیز رکھنا، کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے۔

۶۔میدان جہاد سے مت بھاگنا اگرچہ اورلوگ ہلاک ہوجائیں۔

۷۔اور جب لوگوں میں طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگیں اور تو وہاں موجود ہو تو (وہاں سے مت جانا بلکہ وہیں) جم کر رہنا،

۸۔اپنے اہل وعیال پر اپنا عمدہ خرچ کر۔

۹۔اور ادب سکھانے کی وجہ سے اپنی لاٹھی (تیار رکھ اور) اہل و عیال کی جانب سے (غافل ہوکر لاٹھی) اُٹھا کر مت رکھنا۔

۱۰۔اور اُن کو اللہ جل شانہٗ (کے احکام) کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸ از مسند احمد شریف)

تشریح:۔اس حدیث پاک میں بڑی اہم دس ۱۰ نصیحتیں مذکور ہیں جن میں سے ہر نصیحت کے لئے مستقل ایک رسالہ لکھنے کی ضرورت ہے،

پہلی نصیحت :۔یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ (اس کی ذات و صفات میں) کسی چیز کو شریک مت ٹھہرانا، نہ عقیدہ سے نہ عمل سے، اگر کوئی شخص یا جماعت شرک کرنے پر مجبور کرے تب بھی دل سے شرکیہ عقیدہ اختیار مت کرنا، اگرچہ تجھے قتل کردیں یا جلادیں۔اور گو جان بچانے کے لئے زبان سے کلمہءکفر کہہ دینا جائز ہے جب کہ دل سے مؤمن ہو، مگر افضل یہی ہے کہ کٹ جائے اور مرجائے، مگر خلافِ ایمان زبان سے کوئی کلمہ کفر نہ نکالے۔

دوسری نصیحت :۔یہ فرمائی کہ ماں باپ کو نہ ستانا، اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ گھر بار سے نکل جا، اس میں ماں باپ کی فرمانبرداری کی اہمیت بتائی ہے، اور ان کی نافرمانی کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے، ارشاد ہے کہ ماں باپ اگر کہیں کہ گھر بار چھوڑ کر نکل جا تب بھی اُن کی فرمانبرداری کرنا، یہ حکم علیٰ سبیل الفرض ہے کیونکہ سمجھدار اور شفیق ماں باپ ایسا حکم نہیں کرسکتے اگر نا سمجھی سے غصہ میں ایسا حکم دے دیں تو فرمانبرداری واجب نہیں، بلکہ بعض حالات میں جائز بھی نہ ہوگی، ماں باپ کو اجازت نہیں ہے کہ ایسا غلط حکم دیں، البتہ اولاد کو حکم دیا ہے کہ اپنے نفس کو ان کی فرمانبرداری کے لئے اس حد تک آمادہ رکھے کہ ان کے کہنے سے گھر بار بھی چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دے،

تیسری نصیحت :۔یہ فرمائی کہ فرض نماز قصداً (ہرگز مت چھوڑنا) پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص قصداً فرض نماز چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہوجاتا ہے، یعنی اللہ کے ذمہ نہیں رہتا کہ دُنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے اور اس کو امن و امان سے رکھے۔

چوتھی نصیحت :یہ فرمائی کہ شراب ہرگز مت پینا، کیوں کہ وہ ہر گناہ کی جڑ ہے، شراب پینا خود گناہ کبیرہ ہے، اس کی وجہ سے ہر قسم کے دوسرے گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں اس کو پی کر آدمی، آدمی نہیں رہتا، جو چاہے کر بیٹھے، اسی لئے اس کو حدیث میں مِفتاحُ کلِ شرٍّ یعنی ہر برائی کی کنجی فرمایا وہاں جا کر نیز اُمّ الخبائث یعنی ہر بُرے قول و فعل کی ماں بھی بتایا ہے، جو لوگ شراب پیتے ہیں اُن کے حالات جاننے والے جانتے ہیں کہ سب باتیں درست ہیں،

پانچویں نصیحت :۔یہ فرمائی کہ گناہ مت کرنا، کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے، یعنی اللہ کی جانب سے گرفت ہوتی ہے، اور عذاب آجاتا ہے، احادیث شریفہ میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے، کہ کس بُرے عمل سے کون سی مصیبت نازل ہوتی ہے اور کس نیک عمل سے کون سی خیر ظاہر ہوتی ہے،

چھٹی نصیحت :یہ فرمائی کہ میدان جہاد سے مت بھاگنا، اگرچہ تمھارے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والے ہلاک ہوجائیں، میدان جہاد سے بھاگنا گناہِ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلماں کو محفوظ رکھیں، آج کل تو مسلمانوں نے جہادِ شرعی چھوڑ ہی دیا ہے، جس کی برکات سے محروم ہیں۔

ساتویں نصیحت :یہ فرمائی کہ جب کسی جگہ طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگیں، اور تو وہاں موجود ہو، تو وہاں سے مت جانا، بلکہ وہاں

خوب جم کر ثابت قدم رہنا، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تم کو خبر ملے کہ فلاں سرزمین میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جب کسی سرزمین میں پہلے سے) موجود ہو اور وہاں طاعون شروع ہو جائے تو وہاں سے فرار ہونے کی نیت سے مت نکلو۔ (بخاری ومسلم شریف)

یہ نصیحت بہت سی حکمتوں اور فائدوں پر مبنی ہے، علماء نے بتایا ہے کہ جو لوگ وبائی مرض میں مبتلا نہ ہوں، صحیح سالم ہوں، اگر یہ لوگ وہاں سے چلے جائیں تو مرنے والوں کی نعشیں یوں ہی پڑی رہیں گی اور اُن کے کفن دفن کا کوئی انتظام نہ ہو سکے گا۔ اس لئے حاضرین کو حکم دیا کہ وہاں جم کر رہیں، اور اللہ جل شانہٗ کی قضاوقدر پر راضی رہیں، اگر مرنا ہے تو دوسری جگہ جا کر بھی مر جائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کسی جگہ طاعون شروع ہو جانے کی صورت میں اگر کوئی شخص اپنے اسی شہر میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب سمجھتے ہوئے اور یہ یقین کرتے ہوئے ٹھہرا رہے کہ اُسے اس کے علاوہ کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے لکھ دی ہے، تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا۔ (بخاری شریف)

اور یہ جو فرمایا کہ جس جگہ کے بارے میں معلوم ہو کہ وہاں طاعون ہے اس جگہ مت جاؤ اسے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر یہ شخص وہاں جا کر طاعون میں مبتلا ہو گیا تو یہ خیال آئے گا کہ یہاں نہ آتا تو اس تکلیف میں مبتلا نہ ہوتا، ایسا خیال کرنے سے عقیدہ توحید میں کمزوری آئے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی حکمتیں ہیں۔

آٹھویں نصیحت: یہ فرمائی کہ اپنے اہل وعیال پر اپنا عمدہ مال خرچ کرنا۔۔۔۔۔اور

نویں نصیحت: یہ فرمائی کہ ان کو ادب سکھاتا رہ، اور اس بارے میں غافل نہ ہو لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دے بلکہ تنبیہ کرتا رہ، اور

دسویں نصیحت: یہ فرمائی کہ اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ (کے احکام کے بارے میں) ڈراتا رہ، یہ تین نصیحتیں اہل وعیال کی پرورش اور ان کی دینی نگہداشت سے متعلق ہیں، مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے میں کنجوسی نہ کرو، اُن پر اپنا عمدہ مال خرچ کرتے رہو، اُن کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمتوں سے محروم مت رکھو، تا کہ دوسروں کی طرف اُن کی نظر نہ جائے، لیکن اس جسمانی پرورش اور دنیاوی داد ودہش کے ساتھ ان کے دین کی بھی فکر رکھو یعنی ان کو ادب سکھاؤ، اور یہ بتاؤ کہ خالق تعالیٰ شانہٗ کے کیا احکام ہیں، جن کو بجالائیں، اور مخلوق کے ساتھ صحیح طریقہ پر کس طرح زندگی گذاریں۔

یہ جو فرمایا کہ لاٹھی اُٹھا کر مت رکھ دو اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال کی تعلیم اور تادیب کے سلسلہ میں ہرگز کوتاہی نہ کرو اور اُن کو یہ نہ سمجھنے دو کہ والد کو ہماری دینداری کا زیادہ فکر نہیں ہے۔ دین پر ڈالنے اور دیندار بنانے کے لئے اُن پر سختی کرو، اور پوری طرح اُن کے اعمال اور احوال کی نگرانی کرتے رہو، ڈانٹ اور مار پیٹ سے بھی دریغ نہ کرو، ہر وقت ڈنڈا تیار رکھو، تا کہ دین سے غافل نہ ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ مار پیٹ سے ہی کام چلاؤ، اور رات دن مارا پیٹا کرو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمھاری جانب سے وہ ڈھیلا پن محسوس نہ کریں، وہ یہی سمجھتے رہیں کہ دینی کاموں میں کوتاہی کی تو مار پڑے گی، ساتھ ہی حکمت وموعظت کو ہاتھ سے نہ جانے دو، دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی رہنا سمجھاؤ، اور یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے، اس کی معرفت ضروری ہے اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے دنیا وآخرت سنورتی ہے، وہ رحیم وکریم ہے، اور شدید العقاب بھی ہے، اس سے اُمید رکھیں اور ڈرتے بھی رہیں، اللہ کی بے انتہا رحمت ہمیں کس کس طرح سے اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، اُن کو سمجھائیں اور اللہ کی پکڑ کا بھی احساس دلائیں، جب اس طریقہ پر بچوں کی تعلیم اور تربیت ہوگی انشاءاللہ تعالیٰ وہ دیندار ہوں گے، اور اللہ جل شانہٗ کے فرمانبردار ہوں گے، رسول اکرم ﷺ کی سیرت کو دل

وجان سے محبوب رکھیں گے، اور ارشادات پر عمل پیرا ہوں گے اور ماں باپ کے بھی خدمت گذار اور اطاعت شعار ہوں گے تجربہ شاہد ہے کہ ماں باپ کی طرف سے غفلت برتنے والا جب بھی کوئی شخص دینداروں کی صحبت میں آجاتا ہے اور آخرت کی فکرمندی کا سبق سیکھنے لگتا ہے تو ماں باپ کے حقوق کی طرف بھی متوجہ ہوجاتا ہے،

آج کل لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ اولاد کو دیندار بنانے کو عیب سمجھتے ہیں پیدائش کے دن ہی سے اُن کے لئے کافروں کی وضع اور کافروں کا لباس اور کافروں کے طور طریقے پسند کرتے ہیں، قرآن وحدیث اور اسلامی احکام وآداب پڑھانے کے بجائے دوسری چیزیں پڑھاتے ہیں اور دینداروں سے دور رکھتے ہیں، کہ مُبادا مُلّا نہ بن جائے، جب دین اور اہل دین سے دور رکھتے ہیں تو سن شعور کو پہنچ کر وہ نہ خدا کو پہچانتے ہیں نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں، نہ ماں باپ کی کوئی حیثیت سمجھتے ہیں اُن فیشن کے پرستاروں کے نزدیک ماں باپ کی حیثیت گھر کے بوڑھے ملازم سے بھی کم ہوتی ہے اس میں بہت بڑا قصور ماں باپ کا ہے، جنھوں نے اولاد کو فسق وفجور کے راستہ پر ڈالا اور اسلام سے جاہل رکھا اب اولاد بُرا برتاؤ کرتی ہے تو شکایت کیا ہے

ماں باپ مرجاتے ہیں تو صاحبزادہ صاحب دوستوں کے ساتھ ہنستے ہوئے نماز اور دفن کے موقعہ پر حاضر ہوجاتے ہیں، لیکن نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ محلہ کا امام نماز پڑھاتا ہے، اور صاحبزادہ صاحب چُست پتلون پہنے ہوئے کھڑے ہیں، اور اگر نماز میں شریک ہو بھی گئے تو جانتے کچھ نہیں کہ دُعا پڑھیں۔ اس میں اولاد کا تو قصور ہے ہی کہ بالغ ہوکر بھی احکام شریعت سے واقف ہونے کی کوشش نہیں کی، ساتھ ہی مرنے والا بھی مجرم ہے جس کا جنازہ سامنے رکھا ہے کیونکہ یہ گھر کا بڑا تھا اُس نے اولاد کو دنیاداری سکھائی، کافروں کے طور طریق بتائے لیکن اسلامی احکام سکھانے سے محروم رکھا، جو اولاد دینی تقاضوں سے بے خبر ہوتی ہے، ماں باپ کے حقوق سے بھی ناواقف ہوتی ہے، وہ نہ زندگی میں ماں باپ کا اکرام واحترام کرتی ہے نہ موت کے بعد اُن کے لئے استغفار کرتی ہے، نہ اُن کے نام کا صدقہ دیتی ہے، نہ اُن کے لئے دُعاء کرتی ہے، جن والدین نے اولاد کے دین اور آخرت کا ناس کردیا، اُن کو اولاد سے نہ زندگی میں کچھ اُمید رکھنا چاہیے، نہ موت کے بعد دُعاء اور صدقہ کا منتظر رہنا چاہیے، جس کو دُعاء اور صدقہ اور استغفار کی اہمیت اور ضرورت ہی نہیں بتائی گئی وہ کیوں صدقہ دے اور کیسے دُعاء کرے، فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَارِ۔

بقیہ مسائل السلوک

تو وہ یہی کوشش کرتے ہیں کہ اب جو بندہ قابو آگیا ہے اسے زیادہ سے زیادہ مجبور کیا جائے۔ اچھا چلو ارادہ ہی کردو کہ میں تین دن جاؤں گا ارادے کا ثواب مل جائے گا تم نہ آنا اب بھلا یہ کوئی بات ہے جب اس نے آنا نہیں تو ارادے کا ثواب کیا خاک ملے گا۔ جب ارادہ یہ ہے کہ جانا نہیں ہے صرف ارادہ لکھوا رہا ہوں تو یہ کون سا ثواب ہے تو فرمایا تبلیغ ہوتی ہے بات اگلے تک پہنچا دینا اس پر اصرار کرنا اور اسے مجبور کرنا اور اسے گھیرنا تو کوئی اس کا ذمہ دار نہیں کہ ہر بندے کو ایک کام پر لگا دے۔

نظر الی الخلق للحق

قولہ تعالیٰ: قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یونس 101)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔

اس پر دلیل ہے کہ خلق پر نظر کرنا حق کے لئے نظر الی الحق کے منافی نہیں"۔ فرمایا اس آیت میں ہے کہ مخلوق کو اس نظر سے دیکھنا کہ وہ عظمت خالق پر دلیل ہے۔ یہ بھی عبادت ہے۔ مخلوق کا جو حسن وجمال اس کے فوائد ہیں پھلوں میں مٹھاس یا پھولوں میں خوبصورتی تو زمین پر چیزوں کو اس نظر سے دیکھنا کہ وہ کتنا عظیم خالق ہے جس نے یہ نعمتیں بنائی ہیں یا ایک عام جڑی بوٹی کے اثرات کہ اس سے کتنے امراض ٹھیک ہوجاتے ہیں تو یہ عظمت الٰہی کے منافی نہیں بلکہ یہ دلیل ہیں عظمت الٰہی پر۔

حکیم محمود احمد ظفر کی کتاب "سیدنا ابوبکر صدیقؓ" سے ماخوذ

جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کا خاتمہ

اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا: حضرت فیروز دیلمیؓ نے اس کو صفر المظفر 11 ہجری میں واصل جہنم کر دیا یہ واقعہ اس ماہ کی مناسبت سے شائع کیا جا رہا ہے۔

یمن میں بغاوت اس وقت شروع ہوئی جب اسود عنسی نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس نے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی تھی۔ بعض مورخین کے مطابق اس فتنہ کا آغاز اس طرح ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے دنیا کے مختلف حکمرانوں کو جو دعوتی خط لکھے ان میں ایک خط کسریٰ شاہ فارس کے نام بھی تھا۔ اس خط میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس نے جب یہ خط سنا تو اپنے یمن کے گورنر جس کا نام باذان (اور ایک روایت کے مطابق بدھان) تھا کو لکھا کہ مدینہ کے جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور مجھے اس دین کی دعوت دی ہے جو وہ لے کر آیا ہے، لہٰذا اس کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ باذان کو جب کسریٰ ایران کا یہ خط ملا تو اس نے دو آدمیوں کو وہی خط دے کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ فرما کر واپس بھیج دیا کہ "میرے اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے بادشاہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے اور اس کی جگہ وہ خود بادشاہ بن کر تخت شاہی پر بیٹھ گیا ہے۔" اس پیشگوئی کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے باذان گورنر یمن کو اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ اسلام لے آیا تو یمن کی حکومت اسی کی رہے گی۔

اسی دوران باذان کو اطلاع مل گئی کہ ایران میں یہ حادثہ رونما ہو گیا ہے اور تخت شاہی پر خسرو پرویز کے بجائے اب اس کا بیٹا شیرویہ بیٹھ گیا ہے اور یہ بھی اطلاع موصول ہوئی کہ رومیوں کا ایران پر غلبہ ہو گیا ہے۔ باذان رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور آپ کی پیش گوئی دونوں سے متاثر ہوا اور اس نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا اور یمن پر بدستور حاکم رہا۔

کچھ عرصہ کے بعد باذان کا انتقال ہو گیا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے یمن کا علاقہ کئی حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حصہ مختلف افراد کی نگرانی میں دے دیا۔ اس حصہ میں باذان کے لڑکے شہریار کو صنعا اور اس کے گرد ونواح کی حکومت دی گئی ان عمال نے اپنے اپنے حصے کے علاقے کا انتظام ابھی سنبھالا ہی تھا کہ انہیں اسود عنسی کا پیغام ملا کہ وہ جلد از جلد یمن کی سرزمین کو چھوڑ کر چلے جائیں کیونکہ یمن پر صرف اسی کو حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہاں سے اسود کے فتنہ کا آغاز ہوا۔

اسود عنسی بڑا تیز طرار اور شاطر آدمی تھا۔ جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے اکثر شاطر ہی ہوتے ہیں۔ اس نے اپنا لقب "رحمان الیمن" رکھا تھا جیسے مسیلمہ اپنے آپ کو "رحمان الیمامہ" کہتا تھا۔ اس کا قیام قبیلہ مذحج کے ایک غار میں تھا جسے "خبان" کہتے تھے۔ وہ کہتا تھا کہ اللہ کا فرشتہ میرے پاس آتا ہے جو مجھے تمام دشمنوں کے بارے میں بتاتا ہے اور ان کے منصوبوں سے مجھے آگاہ کرتا ہے۔ بہت سے جاہل لوگ اس کے فریب میں آ کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ چنانچہ وہ اپنے پیروکاروں کی ایک بہت بڑی تعداد لے کر نجران گیا اور وہاں کے مسلمان حکمرانوں خالد بن سعید اور عمرو بن حزم کو شہر سے نکال دیا۔ اس کی کامیابی اور فتح کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے ساتھی بن گئے۔ چنانچہ وہ انہیں ساتھ لے کر صنعاء پہنچا اور یہاں اس نے حاکم صنعاء شہریار بن باذان سے مقابلہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اس زمانہ میں سیدنا معاذ بن جبلؓ بھی یہیں تھے۔ صنعاء سے مسلمان باشندے اس صورتحال سے پریشان ہو کر مدینہ منورہ چلے تھے۔ ان میں سیدنا معاذ بن جبلؓ بھی شامل تھے۔ اسی اثناء میں

خالد بن سعید اور عمرو بن حزم بھی نجران سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب پورے یمن، حضر موت سے بحرین اور احساء اور عدن تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

اسود عنسی نے جب صنعاء میں شہریار بن باذان سے مقابلہ کیا تو اس وقت اس کے ساتھیوں کی تعداد صرف سات سو تھی۔ اتنی کم تعداد کے ساتھ اس نے اتنے وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کی وجہ مورخین نے یہ لکھی ہے کہ وہ بہت بڑا نیشنلسٹ تھا اور اس نے یمن میں نعرہ لگایا تھا کہ یمن صرف یمنیوں کا ہے۔ اس نیشنلزم کے نعرہ نے لوگوں کی ہمدردیاں اس کے ساتھ کر دیں اور کسی نے اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا اثر روز بروز بڑھتا گیا اس نے قوم پرستی کا نعرہ لگا کر لوگوں کو یقین دلایا کہ تمام غیر یمنی افراد کو یمن سے نکال دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کے لوگ جو طویل عرصہ سے غیر ملکی تسلط کے زیر اثر تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، اسود عنسی کے ساتھ ہو گئے۔ اس وجہ سے مجبوراً مسلمانوں کو یمن کا علاقہ وقتی طور پر خالی کرنا پڑا۔

اسود عنسی نے اپنی دانست میں اپنی پوزیشن خوب مضبوط بنالی۔ اس کی فوجوں کے سپہ سالار کا نام قیس تھا اور دو ایرانی فیروز اور داذویہ اس کے وزیر تھے۔ یمن کے سابق حکمران شہریار کی بیوہ "آزاد" سے اس نے شادی کر لی تھی۔ یہ خاتون اس کے وزیر فیروز کی چچازاد بہن تھی۔ اب وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ عرب و عجم دونوں اس کے زیر نگین ہو گئے ہیں اور کوئی شخص اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ یہ تین شخص، قیس، فیروز اور داذویہ اس کے نہایت قریب تھے ایک سپہ سالار تھا اور دو اس کے وزیر تھے۔ اسے اب ان تینوں سے خطرہ محسوس ہونے لگا اسود نے اپنی بیوی آزاد سے جو ایرانی تھی، یہ کہہ دیا تھا کہ یہ تینوں شخص میری مخالفت پر اتر آئے ہیں اور مجھے ان سے خطرہ ہے۔ اس کی بیوی بھی اس سے انتہائی نفرت کرتی تھی کیونکہ اس کی رگوں میں بھی ایرانی خون دوڑ رہا تھا اور اسود نے اس کے ایرانی خاوند کو قتل کیا تھا۔ وہ کھل کر اس سے اپنی نفرت کا اظہار نہیں کر رہی تھی بلکہ اپنے قول و فعل سے یہی ثابت کر رہی تھی کہ وہ اس کی نہایت وفادار بیوی ہے۔ ایک روز اسود نے اپنے سپہ سالار جس کے پاس اس کی ساری فوجوں کا کنٹرول تھا بلا کر کہا کہ میرے فرشتے نے مجھے بتایا ہے کہ "اگرچہ تو نے قیس کو بڑی عزت دی ہے لیکن اب وہ تیرے دشمنوں سے مل گیا ہے اور ان سے ساز باز کر کے تیرے ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" قیس نے کہا: "آپ کا یہ خیال درست نہیں۔ میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ آپ کے خلاف بغاوت کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں آ سکتا۔"

قیس بھی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اسود مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔ لہٰذا وہ یہاں سے نکل کر سیدھا فیروز اور داذویہ کے پاس گیا اور انہیں ساری بات سنائی اور یہ بھی بتایا کہ انہیں بھی اسود سے خطرہ ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اسود نے فیروز اور داذویہ کو بھی بلایا اور انہیں کہا تم دونوں قیس کے ساتھ مل کر میرے خلاف سازش کر رہے ہو۔ لیکن یاد رکھو، میری مخالفت کا نتیجہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ اب انہیں بھی یقین ہو گیا کہ اسود انہیں نقصان پہنچانے کا عزم کر چکا ہے۔ اندر کی یہ باتیں پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ مسلمانوں کو بھی اس بات کا پتا چل گیا۔ انہوں نے قیس اور اس کے دونوں ساتھیوں کو پیغام بھجوایا کہ اسود کے بارے میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان کو ہر قسم کی مدد کی یقین دہانی کرائی۔ بات جب پھیلی تو نجران اور اس کے قرب و جوار کے مسلمانوں نے بھی ان تینوں حضرات کو اپنی پوری پوری مدد کا یقین دلایا۔ ان تینوں حضرات کے خفیہ مشوروں میں اس کی بیوی آزاد بھی شریک ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس نے قیس، فیروز اور داذویہ سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اسود کے سونے کا کمرہ دکھا کر بتایا کہ محل کے ہر کونے میں اس کے محافظ ہر وقت موجود رہتے ہیں لیکن کمرہ کی پشت میں کوئی محافظ نہیں ہوتا۔ وہ پشت کی طرف سے رات کو محل میں داخل ہو کر آسانی سے نیند کی حالت میں قتل کر سکتے ہیں۔

یہ سازش ان چار آدمیوں کے درمیان تیار ہوئی اور نہایت خفیہ رکھی گئی۔ چنانچہ اسود کی بیوی آزاد کی ہدایت کے مطابق باقی تینوں افراد رات کے وقت محل کی پشت کی جانب سے کمرے میں داخل ہوئے اور اسود کو سوتے میں قتل کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو لوگ اذانیں دینے لگے اور بلند آواز سے کہا:

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اسود عنسی

کذاب ہے۔"

انہوں نے اسود کا سر محل سے باہر پھینک دیا۔ لوگوں کی اذانیں اور آوازیں سن کر محل کے محافظوں نے ان کا محاصرہ کر لیا، لیکن اس اثنا میں باشندگانِ شہر کو پتا چل گیا کہ اسود قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ سن کر وہ محل کی طرف دوڑے ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ قیس، فیروز اور داذویہ تینوں یمن کا نظام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

اس بات میں مورخین کا اختلاف ہے کہ اسود عنسی کا قتل رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہوا یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس سلسلہ میں یعقوبی کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس کا قتل ہوا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

اسود عنسی نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس نے آگے قدم بڑھانا شروع کئے اور اس کی قوم کے ہزاروں لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ آخر دو آدمیوں قیس بن مکشوح اور فیروز دیلمی نے اس کے مکان میں گھس کر اسے قتل کر دیا۔ اس وقت وہ نشے کی حالت میں تھا۔"

لیکن طبری اور ابن اثیر نے لکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل ہی قتل ہو گیا تھا۔ جس رات وہ قتل ہوا اسی رات اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"اسود عنسی قتل کر دیا گیا ہے۔ اسے ایک بابرکت آدمی نے قتل کیا جو ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ! اس کا قاتل کون ہے؟" فرمایا: "فیروز"

ایک روایت میں کہ اسود عنسی کے قتل کی خبر رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مدینہ میں نہیں پہنچی تھی بلکہ یہ پہلی خوش خبری تھی جو سیدنا ابوبکرؓ کو ملی۔

ایک روایت میں خود فیروز کا بیان ہے کہ:

"ہم نے اسود عنسی کو قتل کیا تو یمن کا انتظام اسی طرح رکھا جس طرح اسود کے تسلط سے پہلے تھا۔ ہم نے سیدنا معاذ بن جبلؓ کو بلایا کہ وہ ہمیں نمازیں پڑھائیں اور دینِ اسلام کی تعلیم دیں۔ اس وقت ہم انتہائی خوش تھے، کیونکہ ہم نے اپنے ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کی تھی۔ پھر یکایک رسول اللہ ﷺ کے انتقال کی خبر پہنچی جس کی وجہ سے یمن میں دوبارہ اضطراب پیدا ہو گیا۔"

ضرورت رشتہ

ہمارے بیٹے MBBS ڈاکٹر برسرروزگار، خوبصورت، قد 6 فٹ، عمر 30 سال کیلئے معزز گھرانے کی تعلیم یافتہ، دیندار، خوبصورت اور دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ نمبر:۔ 0333-6232357

اشاعت کتب

قارئین کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ مندرجہ ذیل کتب کے نئے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو دارالعرفان منارہ ضلع چکوال (اور) 17، اویسیہ سوسائٹی لاہور میں فروخت کیلئے دستیاب ہیں۔

(1) ارشاد السالکین۔ اوّل (2) ارشاد السالکین۔ دوم (11) درود وسلام (3) نبی اکرم ﷺ اور ہم (4) پیشینگوئیاں۔ شاہ نعمت اللہ ولی (9) لائحہ عمل (5) شکست اعدائے حسین (6) نور و بشر کی حقیقت (7) روح کی حقیقت (8) انسانیت کی منزل معرفت الٰہی (10) معرفت الٰہی اور تاریخ سلسلہ عالیہ (12) اصلاح قلب اور ضرورت شیخ (13) راہی کرب وبلا (20) کنوز دل (14) طبیب دل تلاش کرو (23) نقوش۔ اوّل (15) فقہ اور ہماری زندگی (16) لطائف اور تزکیہ نفس (17) فیملی ڈاکٹر (18) تصوف کیا ہے؟ (19) بیعت کیا ہے؟ (21) ہشت روزہ کورس (22) سہ ہفتہ کورس اکرم التفاسیر: پارہ 1، پارہ 4۔ پارہ 10، پارہ 11

شعبہ نشر و اشاعت: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

خواتین کا صفحہ

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:۔ نام رملہ اور کنیت اُم حبیبہؓ تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے رملہؓ بنتِ ابوسفیانؓ بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس۔ والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا۔ جو حضرت عثمانؓ کی پھوپھی تھیں گویا حضرت ام حبیبہؓ، حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؓ نبوت سے سترہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں آپؓ کے والد ابوسفیانؓ بنی امیہ کے مشہور سرداروں میں سے تھے۔

پہلا نکاح:۔ حضرت ام حبیبہؓ کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔ وہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ (اصابہ، ج8، ص84)

دونوں نے اکٹھے ہی اسلام قبول کیا۔ حضرت ام حبیبہؓ کے والد اس وقت اسلام کے سخت ترین دشمن تھے اور انہوں نے مسلمانوں پہ عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو عبید اللہ اور حضرت اُم حبیبہؓ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔

حبشہ پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد عبید اللہ مرتد ہو گیا۔ عیسائی مذہب اختیار کر لیا شراب نوشی شروع کر دی اور آزادانہ زندگی گزارنے لگا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے شوہر کو بہت سمجھایا کہ کیوں عاقبت خراب کرتے ہو لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور عیسائیت کی حالت میں رندانہ زندگی بسر کرتے ہوئے وفات پا گیا۔ (زرقانی، ج3، ص276۔ بحوالہ ابن سعد)

نکاح ثانی:۔ حضور ﷺ کو عالمِ غربت میں جب حضرت ام حبیبہؓ کے بیوہ ہونے کی خبر ملی تو آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا۔ ایام عدت پورے ہونے کے بعد حضرت عمر بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے حضرت ام حبیبہؓ کو پیغام نکاح دے۔

جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی ایک لونڈی ابرہہ کے ذریعہ رسول کریم ﷺ کا پیغام نکاح حضرت ام حبیبہؓ کو بھیجا انہیں بے حد مسرت ہوئی۔ اظہار تشکر کے طور پر لونڈی کو چاندی کے دو کنگن اور نقرئی انگوٹھیاں عطا کیں۔ حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔

شام کو حضرت نجاشیؓ نے حضرت جعفر بن ابو طالبؓ اور دوسرے مسلمانوں کو بلا کر خود نکاح پڑھایا۔ رسم نکاح کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ نے سب کو کھانا کھلایا۔ آنحضرت ﷺ کی طرف سے نکاح میں چار سو دینار حق مہر حضرت نجاشیؓ نے ادا کیا۔ (مسند احمد، ج6، ص427)

نوٹ:۔ شاید راوی سے سہواً چار سو دینار بیان ہوا کیونکہ آپ ﷺ کی دیگر ازواج اور بنات کا حق مہر چار سو درہم ہے۔ (سیر الصحابیات)

نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہؓ بحری جہاز کے ذریعے وہاں سے روانہ ہوئیں اور مدینہ کی بندرگاہ پر اتریں۔ آنحضرت ﷺ اس وقت خیبر میں تشریف فرما تھے۔ یہ 6 ہجری یا 7 ہجری کا واقعہ ہے۔ (مسند احمد، ج6، ص427، تاریخ طبری ۔ واقعات 6 ہجری) اس وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر 36 یا 37 سال تھی۔

عام حالات:۔ حضرت ام حبیبہؓ بہت نیک فطرت اور صالح خاتون تھیں۔

ثابت قدمی:۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قدیم الاسلام ہونے کا شرف عطا کیا۔ حالانکہ ان کے والد فتح مکہ تک مشرکین مکہ کی قیادت کرتے رہے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر طویل سفر کی صعوبتیں بخوشی برداشت کیں۔ جب خاوند مرتد ہو گیا تو ثابت قدم رہیں اور حبش میں غربت کی زندگی اختیار کی۔ جبکہ ان کا گھرانہ دولت اور ریاست کے لحاظ سے قریش میں بہت ممتاز تھا۔

والد کی آمد:۔ فتح مکہ سے قبل ایک مرتبہ ان کے والد ان سے ملنے آئے۔ وہ ابھی تک حالتِ کفر میں تھے اور مسلمان نہ ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے گھر گئے اور آنحضرت ﷺ کے بچھونے پہ بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہؓ نے یہ دیکھ کر جلدی سے بچھونا الٹ دیا۔ ابوسفیان بہت برہم ہوئے کہ "بچھونا اس قدر عزیز ہے کہ اس پر اپنے باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں۔" حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا۔

"بے شک مجھے پسند نہیں کہ رسول پاک ﷺ کے بستر مبارک پر ایک مشرک بیٹھے۔" ابوسفیان خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اور صرف اتنا کہا "تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی ہے۔" (اصابہ، جلد8،ص85، بحوالہ ابن سعد)

نوافل کی پابندی:۔ آنحضرت ﷺ سے ایک مرتبہ سنا کہ "جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔"

فرماتی ہیں "ضمابوحت اصلیھن بعد! (اس کے بعد میں ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں) اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے شاگرد اور بھائی عتبہ اور عتبہ کے شاگرد عمرا بن اویس اور عمر کے شاگرد سب اپنے اپنے زمانے میں برابر یہ نماز پڑھتے رہے (مسند، ج6،ص327)

حدیث پر عمل:۔ حضور ﷺ کے ہر فرمان پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں۔ اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المغیرہ آئے اور انہوں نے ستو کھا کر کلی کی تو بولیں تم کو وضو کرنا چاہئے کیونکہ جس چیز کو آگ پر پکایا جائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے، یہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے۔ (مسند، ج2،ص326)

نوٹ:۔ یہ حکم منسوخ ہے یعنی پہلے تھا پھر حضور ﷺ نے اس کو باقی نہ رکھا حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ آگ پر پکی ہوئی چیز کھاتے تھے اور اگر پہلے وضو ہوتا تھا تو دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (اس قسم کی حدیث حضرت فاطمہؓ کے حالات میں بھی آئے گی) (سیر الصحابیات)

سوگ کی مدت:۔ جب آپؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ فوت ہوئے تو تین دن بعد خوشبو منگا کر رخساروں اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا۔ رسول ﷺ کا حکم ہے کہ "ایماندار عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کا سوگ جائز نہیں سوائے خاوند کے اور اس کی موت پر چار مہینے اور دس دن بیوی کو سوگ کرنا چاہئے۔"

وفات:۔ حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے بھائی امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں 44 ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت آپؓ کی عمر 73 برس تھی

قبر مبارک:۔ قبر کے متعلق اس قدر معلوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے مکان میں تھی۔ حضرت علی بن حسینؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کے ایک گوشہ میں کھدائی کرائی تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ یہ رملہ بن صخر کی قبر ہے چنانچہ اس کو اسی جگہ پر رکھ دیا (استعاب، ج2،ص750)

حضرت عائشہؓ سے معافی:۔ وفات سے قبل حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا "سوکنوں میں باہم کچھ ہو جاتا ہے۔ ایسا کچھ ہوا ہو تو مجھے معاف کر دو۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا میں نے معاف کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی تو بولیں تم نے مجھے خوش کیا اللہ تمہیں خوش کرے۔" (اصابہ، جلد8،ص85۔ بحوالہ ابن سعد)

حلیہ:۔ آپؓ خوبصورت تھیں۔

صحیح مسلم میں ابوسفیانؓ کی زبانی منقول ہے۔

عندی احسن العرب واجمله

میرے ہاں عرب کی حسین ترین اور جمیل ترین عورت موجود ہے۔

اولاد:۔ پہلے شوہر سے دو بچے پیدا ہوئے عبداللہ اور حبیبہؓ، حبیبہؓ کی نسبت سے کنیت ام حبیبہؓ پائی۔ حبیبہؓ نے نبوت کی آغوش میں تربیت پائی اور داؤد بن عروہ بن مسعود کو منسوب ہوئیں۔ جو قبیلہ بنی ثقیف کے رئیس اعظم تھے۔

فضل وکمال:۔ حضرت ام حبیبہؓ سے کتب حدیث میں 65 روایتیں منقول ہیں۔ راویوں کی تعداد بھی کم نہیں بعض یہ ہیں۔ حبیبہؓ (بیٹی) معاویہؓ اور عتبہ (بھائی) عبداللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی (نوہرزادہ) سالم بن سوار (غلام) ابو الجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابو مسلمؓ، عروہ بن زبیرؓ، وغیرہ۔

بچوں کا صفحہ

واقعہ معراج شریف

قسط نمبر 6

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ

تحریر: ع خان، لاہور

پیارے بچو! ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے ماہ آپ کو معراج شریف کا واقعہ سنائیں گے۔ معراج شریف دراصل اس سفر کو کہا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو آسمانوں پہ بلایا اور آپ ﷺ اپنے جسم مبارک کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے یہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ طائف کے سفر کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت ام ہانیؓ (جن کا گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا) کے ہاں قیام فرما تھے۔ رات کو آپ ﷺ مسجد الحرام میں تشریف لے گئے اور بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ حطیم میں جا کر لیٹ گئے۔ دراصل اس زمانے میں قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ حطیم میں لیٹے ہوئے تھے کہ اتنے میں تین فرشتے آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے آپ ﷺ کا قلب مبارک نکالا اور ایک زرین (سونے کا) طشت (جس میں آبِ زم زم تھا) سے آب زم زم لے کر آپ ﷺ کا قلب مبارک دھویا اور دوبارہ اپنی جگہ پہ رکھتے ہوئے سینہ مبارک درست کر دیا۔ اس کے بعد ایک سفید رنگ کا چوپایہ، جو خچر سے ذرا چھوٹا لیکن دراز گوش سے بڑا تھا حاضر کیا گیا۔ اس کا نام براق تھا۔ اس پہ زین اور لگام لگا ہوا تھا۔ وہ اس قدر تیز رفتار تھا کہ وہ اپنا ایک قدم اس قدر دور رکھتا تھا جہاں تک کہ اس کی اپنی نگاہ جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہو گئے۔ حضرت جبرائیلؑ نے رکاب پکڑی اور حضرت میکائیلؑ نے لگام تھامی اور وہ براق آپ ﷺ کی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ آپ ﷺ حضرت جبرائیلؑ کی معیت میں بیت المقدس تشریف لے گئے اور براق کو ایک مقام (بابِ محمد ﷺ) پہ ایک بڑے سے پتھر کے ساتھ باندھ دیا۔ بچو! اگرچہ براق کو اس دنیا میں مسخر کر کے بھیجا گیا تھا لیکن اس دنیا میں رہتے ہوئے چونکہ اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں تو جانور کی حفاظت کا ایک سبب اس کو باندھ کر رکھنا بھی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ سبب اختیار فرمایا، پھر آپ ﷺ مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے جہاں تمام انبیاء کرامؑ پہلے سے موجود تھے۔ اتنے میں ایک مؤذن نے اذان دی اور تمام انبیاء کرامؑ نے صفیں باندھ لیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک تھاما اور آپ ﷺ کو سب سے آگے کھڑا کر دیا۔ آپ ﷺ نے نماز کی امامت فرمائی اور یوں تمام انبیاء کرامؑ نے آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔ آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو حضرت جبرائیلؑ نے ایک مشروب اور دودھ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے دودھ پینا پسند فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت جبرائیلؑ کی معیت میں آسمانِ دنیا پر تشریف لے گئے۔ بعض علماء کرام کے مطابق ایک قدرتی زینہ تھا جس سے تشریف لے گئے اور بعض علماء کرام کے مطابق براق پر ہی سوار ہو کر آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ بہرصورت آپ ﷺ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ پہلے آسمان پر پہنچے تو آپ ﷺ کی ملاقات حضرت آدمؑ سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے نہایت ہی محبت سے سلام کا جواب دیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت آدمؑ اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں لیکن بائیں طرف دیکھتے ہیں تو آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کو حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ حضرت آدمؑ کے دائیں طرف والے لوگ جنتی ہیں اور بائیں طرف

والے لوگ دوزخی۔ چونکہ سب انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں لہٰذا جب وہ اپنی جنتی اولاد کی روحوں کو جنت میں دیکھتے ہیں تو خوشی سے ہنس دیتے ہیں لیکن جب جہنمیوں کی روحوں کو دیکھتے ہیں تو چونکہ وہ بھی آپؑ کی اولاد ہیں اس لئے دکھ سے رو دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت جبرائیلؑ کی معیت میں دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ کی ملاقات حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ کے ساتھ ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر آپ ﷺ حضرت جبرائیلؑ کی معیت میں سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے جہاں پر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے بے شمار عجائبات دکھائے گئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ میں یہاں سے ایک بال برابر بھی آگے نہیں جا سکتا، اگر بڑھا تو میرے پَر جل جائیں گے۔ اسی موقع کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جلتے ہیں جبرائیلؑ کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

اس کے بعد ایک مسند لائی گئی جس کا نام رَف رَف تھا۔ آپ ﷺ کی اگلی منزلوں کے سفر کے لئے اب یہ رَف رَف آپ ﷺ کی سواری تھی، جس پر آپ ﷺ مزید آگے وہاں تک جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔ آیاتِ قرآنی سے پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اِن ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں، لیکن اس وقت آپ ﷺ نہ اس دنیا میں تشریف رکھتے تھے اور نہ ہی آسمانوں پر، بلکہ آپ ﷺ تو اس وقت بالائے آسمان تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ ﷺ نے اپنے چشمِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صلوٰۃ (نماز) کا تحفہ عطا فرمایا جن کی تعداد اس وقت پچاس تھی اور جو بعد میں آپ ﷺ کی درخواست پر کم کر کے پانچ کر دی گئیں اگر چہ اُن کا اجر پچاس نمازوں جتنا ہی ہے۔ آپ ﷺ کو اس سفر کے دوران کئی چیزیں دکھلائی گئیں، آپ ﷺ نے مالک (داروغۂ جہنم) کو بھی دیکھا۔ وہ ہنستا نہ تھا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی۔ جنت و دوزخ کا ملاحظہ کروایا گیا۔ آپ ﷺ نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں اُن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سود خوروں کو بھی دیکھا۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے تھے۔ جب آلِ فرعون کو آگ پر پیش کرنے کے لئے لے جایا جاتا تو وہ اِن سود خوروں کو روندتے ہوئے گذرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے اور جب وہ کچلے جا چکتے تو پھر اپنی سابقہ حالت پر آجاتے اور یہ سلسلہ ذرا بھی بند نہ ہوتا۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں سے روگردانی کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایک قوم پر سے ہوا جن کے آگے پیچھے صرف چیتھڑے لٹک رہے ہیں اور وہ جانوروں کی طرح چر رہے ہیں اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر بھی ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ چکتے تو پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا تھا۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔ پھر ایک وادی پر سے گزر ہوا تو وہاں سے بہت ہی اچھی خوشبو اور پاکیزہ خنک ہوا آئی اور ایک آواز بھی سنی۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ جنت ہے۔ آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے او رکاٹ بھی لیتے، اور جب کاٹتے تو وہ پھر ویسا ہی ہو جاتا جیسا کہ کاٹنے سے قبل تھا۔ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ

میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے۔ یہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔ اور وہ بہترین رزق عطا کرنے والے ہیں۔

آسمانوں سے واپس تشریف لانے کے بعد اگلی صبح آپ ﷺ نے اہل مکہ کو اپنے اسراء و معراج کے سفر کا واقعہ سنایا تو لوگ کہنے لگے کہ آپ ﷺ ہمیں اس کی کوئی نشانی بتایئے (جس سے ہم کو یقین آئے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ تو آپ ﷺ نے نشانی کے طور پر انہیں بتایا کہ جب میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تو ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا تو میں نے انہیں بتلایا (تاکہ وہ اپنا اونٹ پکڑ لیں)۔ ایک نشانی یہ بھی بتائی کہ ان کا وہ قافلہ اب ثنیۃ التنعیم کو آ رہا ہے۔ سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے۔ اس پر دو بورے لدے ہیں۔ ایک کالا اور دوسرا دھاری دار۔ سو لوگ اس طرف کو دوڑے اور ایسا ہی پایا۔ پھر لوگوں نے قافلے والوں سے اونٹ کے بھاگ جانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ واقعی صحیح ہے۔ اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا۔ ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہمیں پکار رہا تھا یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی۔ جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا، یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا، پہنچ گئے۔ معراج کے اس واقعہ میں لوگوں کے لئے بڑی آزمائش تھی۔ لوگ یہ واقعہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھاگے گئے اور کہا آپ نے سنا کہ آپ کے صاحب کہتے ہیں کہ وہ رات ہی رات میں بیت المقدس سے ہو کر آئے ہیں (آسمانوں تک جانے کا تو انہیں یقین ہی نہیں آیا، انہیں آپ ﷺ کا بیت المقدس تک جانا ہی بڑا عجیب واقعہ لگا)۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں! تو اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں تو اس سے بھی بڑے واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یعنی آسمان سے جو وحی آپ ﷺ پر صبح شام آتی ہے، اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔

بقیہ سوال و جواب

میری ٹانگ میں درد تھا۔ تو باہر گیٹ پر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہمارے گیٹ پر دستک کوئی نہیں دیتا۔ بند ہو گیا تو بند ہو گیا اب کھلے گا تو بات ہو گی تو کسی نے دستک دی بڑی عجیب بات لگی ملازم نے دروازہ کھولا وہ بندہ اندر آ گیا۔ میری اہلیہ کا رشتہ دار تھا۔ اُس نے شور مچایا۔ بی بی نے اندر کا دروازہ بھی کھولا۔ تو وہ بڑا پریشان تھا کہ ہمارے بچے کو ذبح کر دیں گے۔ تو وہ اسے میرے پاس لے آئیں میں نے کہا یار مجھے تو تکلیف ہے۔ درد بھی ہے۔ طبیعت بھی ٹھیک نہیں سردی سخت ہے چلنے میں بھی دشواری ہے تو تم جاؤ اور انہیں میری طرف سے کہنا کہ چھوڑ دو وہ چھوڑ دیں گے۔ تھوڑی دیر میں وہ پھر آ گیا پھر کیا ہے بھئی؟ کہنے لگا: میں گیا تھا لوگوں نے مجھے آگے نہیں جانے دیا۔ میں نے کہا! تم لوگوں کی طرف کیوں گئے تھے تم جنوں کی طرف جاتے انہیں کہتے کہ چھوڑ کر چلے جاؤ، چھوڑ کر چلے جاتے۔ تم لوگوں کی طرف گئے لوگ کہتے تھے تمہیں بھی مار دیں گے۔ خیر مجھے جانا پڑا تو لوگ آگے کھڑے تھے درمیان سے ایک راستہ سیدھا جاتا ہے۔ وہ میرے ساتھ تھا۔ اُس راستے پر ہم تھوڑا قریب گئے۔ آگے سے شور آیا ادھر کیوں آئے ہو چلے جاؤ۔ مجھے بڑا غصہ آیا کہ تم نے دنیا کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے بھاگ جاؤ تمہاری ایسی کی تیسی۔ وہ بھاگ گئے۔ اس کے ساتھ میں چلا گیا اور آگے چٹان پر چڑھا پھر اُن لوگوں کو بلایا وہ لڑکا بے ہوش پڑا تھا۔ میں نے کہا اسے نیچے اتارو۔ وہ چارپائی لے آئے تھے انہوں نے اس چارپائی پر اُس کو ڈالا اور گھر جانے تک اُسے ہوش آ گیا۔ وہ دن اور آج کا دن نہ اُس نے نماز پڑھی ہے نہ اُسے جنوں نے پکڑا ہے نہ کسی کا نام لیا نہ کوئی کلام پڑھا تھا نہ کوئی دم کیا۔ آپ تک جو آتا ہے میں تو خود ان کو بھگا دیتا ہوں۔ بھاگو تمہاری ایسی تیسی، بے ایمانو کیوں لوگوں کو تکلیف دیتے ہو تو بھاگ جاتے ہیں پھر مڑ کر کوئی نہیں آتا۔ تو پتہ نہیں یہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں کس کا نام لیتے ہیں کیا کرتے ہیں۔

مساعیِ جمیلہ

"الاخوات" لاہور

کے زیرِ اہتمام

"حجِ مبرور" کا تربیتی پروگرام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی [14:87] وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی [15:87]

اللہ کریم کے روبرو جینے کی لذت پانے، نبی کریم ﷺ کے اتباع میں راحت حاصل کرنے اور حصولِ یقینِ آخرت تصوف کے مقاصدِ عظیم ہیں۔ان کا حصول مرد وخواتین دونوں کے لئے لازم ہے۔اس دور میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ اپنے گرانقدر اور عالی مرتبت شیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی کی توجہ اور سرپرستی سے یہ نعمت سالکین میں بانٹ رہا ہے۔خواتین کے لئے "الاخوات" کے نام سے ایک ذیلی شعبہ نوے (90) کی دہائی سے یہ خدمت بجالا رہا ہے۔اُس کا مرکزی دفتر، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال میں ہے جبکہ ذیلی مراکز تمام بڑے شہروں اور اکثر قصبوں میں قائم ہیں۔الاخوات کی کوششوں سے تمام ماہانہ اور سالانہ اجتماعات میں خواتین کی ایک بڑی تعداد پورے نظم وضبط اور آداب کے ساتھ شریک ہوتی ہے۔اجتماعات کے علاوہ خواتین بچوں سمیت بھی پورا سال حصولِ برکات کے لئے دارالعرفان آتی ہیں۔اخوات کے زیرِ اہتمام صحبتِ شیخ کے ساتھ دینی، فقہی مسائل ضرور یہ پر مبنی مختصر المیعاد اور طویل المیعاد کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ فہمِ تصوف کورس کا خاص اہتمام ہے جس میں ملک کے طول وعرض سے ہر شعبہ زندگی سے متعلق خواتین کی شمولیت سال بھر جاری رہتی ہے۔ الاخوات اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے کہ اسے ایک کامل ولی شیخ المکرّم مدظلہٗ العالی کی صحبت نصیب ہے۔ان کے فیضِ صحبت کو لیے وہ دوسروں کو بھی اللہ کے نام کے ذکر کی دعوت دینے میں متحرک و مستعد ہے۔ قلوب کی دنیا کو اللہ کے نام سے،اس کی یاد سے آباد کرنے کی فکر میں ہر ملنے جلنے والے کو اس کی دعوت دیتی نظر آتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ موقع کی مناسبت سے روح پرور اور فکر انگیز دینی واصلاحی پروگرام منعقد کرنا اور ذکر الٰہی کی اہمیت وافادیت سے آشنا کرنا اس کا بنیادی مشن ہے۔

گذشتہ دنوں اسی سلسلہ کا ایک پروگرام بعنوان "حج مبرور" ہفتہ 14 ستمبر 2013ء کو زرینہ مال لبرٹی مارکیٹ کے مسجد ہال میں منعقد کیا گیا۔ انعقاد پروگرام سے پہلے تشہیر کے لئے پوسٹر، کارڈز چھپوائے گئے۔S.M.S اور Face Book کے ذریعے دعوت دی گئی۔مارکیٹ میں Banners لگوائے گئے۔پروگرام میں مناسک حج کے سلائیڈ شو کا اہتمام کیا گیا جس پر تلبیہ جاری رہا اور ماحول میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

ہر مسلمان کی دلی خواہش حرمین شریفین کی حاضری ہوتی ہے اور ایک سروے رپورٹ کے مطابق پاکستان کا ہر تیرا شہری حاجی ہے لیکن معاشرے کی حالت اتنی دگرگوں ہے، کہ نہ کسی کی جان محفوظ نظر آتی ہے نہ مال، نہ کوئی وعدے کا پاس رکھتا ہے نہ زبان کا۔گویا حج سے منسلک ثمرات نصیب ہی نہیں۔اس بے نصیبی اور محرومی کے محرکات، اس کے اسباب اور اس کے حل کو الاخوات نے ہمیشہ موضوع گفتگو بنایا ہے۔اور عبادات کو رسماً ادا کرنے کے نتائج کو بے نقاب کیا ہے۔اس پس منظر میں "حج مبرور" ایک ایسی کاوش تھی جس میں حج کے ظاہری امور اور باطنی پہلو کو زیرِ بحث لایا گیا۔جہاں فقہی مسائل پر روشنی ڈالی گئی وہاں یہ بھی بتایا گیا کہ حج سے قلب کو کیسی جلا ملتی ہے کہ بندہ میدانِ عمل میں آکر کس طرح ایک مثبت تبدیلی کردار کا حامل بن جاتا ہے۔

نوجوان بچیوں نے تلاوت قرآن حکیم اور اسمائے حسنیٰ سے پروگرام کا آغاز کیا۔حضرت جی مدظلہٗ العالی کا تحتیہ کلام پڑھا گیا۔جس نے ہر

دل کو متاثر گیا۔ سامعین عشق رسول ﷺ کی کیفیات سے سرشار ہونے لگے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ حضرت جی مدظلہ العالی کا درد دروں اور ان کی شاگردوں کا دلسوزی سے پڑھنا! سبحان اللہ!

پروگرام کی ابتداء میں فاضلہ موصوفہ نے قربانی کے فقہی پہلو کا احاطہ کیا۔ بنیادی مسائل بتائے۔ درست عقیدہ کی اہمیت بتائی۔ بتایا گیا کہ جب بڑے جانور میں حصہ ڈالا جائے تو اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ تمام حصہ داران صحیح العقیدہ ہوں۔ قربانی کے جانور کے گوشت کی تقسیم پورے ناپ تول اور باہمی مشورے سے کی جائے۔ اگر حصہ داران میں سے کوئی ایک بھی تقسیم پر راضی نہ ہوا تو کسی کی بھی قربانی ادا نہ ہوگی۔ قصاب عموماً اجرت میں کھال بھی لے جاتے ہیں تو یاد رہے کہ کھال صرف مساکین کا حق ہے۔ اسے اجرت میں دینا جائز نہیں۔ سامعین اس کی تفصیلات سے بہت مطمئن تھے اور بہت سے مسائل کو موصوفہ نے جس آسانی سے سمجھایا اس پر خواتین خوش تھیں۔

دوسری مقررہ صاحبہ نے واضح کیا کہ مناسک حج کا روح پر کیا اثر آنا چاہیے اور کردار میں کیا مثبت تبدیلی آنا چاہیے۔ مثلاً طواف کعبہ کا اثر یوں ہونا چاہیے کہ باقی زندگی انسان کا دل اللہ کی رضا کے گرد گھومتا رہے۔ اس کا اثر یہ ہو کہ جب نفس نافرمانی پر اکسائے تو اسے انکار کی کنکری مارنے کی جرأت پیدا ہو۔ سامعین کا آبدیدہ ہو جانا اس بات کا غماز تھا کہ وہ حج کی روح کی کیفیت سے سرشار ہو رہے تھے۔ بتایا گیا کہ حج کا زادِ راہ تقویٰ ہے جو سراسر ایک ایمانی کیفیت ہے اور کیفیات کا حصول صاحب کیفیات کی صحبت کا مرہون منت ہے۔

تیسری مقررہ نے ارکان حج۔ مناسک حج، اقسام حج ان کی تفصیل، حج کے پانچ دنوں پر محیط تمام امور کو ترتیب کے ساتھ لکھ کر حاضرین کے ہاتھوں میں تھما دیا تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور یاددہانی کے کام آئے۔ ہر عمل کے ساتھ وضاحت کردی گئی کہ کون سا کام فرض ہے، کون سا واجب، سنت اور مستحب ہے۔ سنت امور کی اہمیت واضح کی گئی کہ سنت دراصل نبی کریم ﷺ کے انداز ہیں تو کون سا مسلمان ہے جو حضور ﷺ کے انداز کو چھوڑنا چاہے! اس نکتہ کو محور بیان بنایا گیا کہ یہ سفر اللہ کو حاضر ناظر جانتے رہنے، اللہ کے روبرو ہونے کا احساس پانے کی تربیت ہے یہ سفر جہاں سفر سعادت ہے وہاں اس میں بہت نزاکت بھی ہے کہ حج کرنے والے اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔ جب رب کریم میزبان ہو تو مہمان کے کیا انداز ہونے چاہئیں۔ یہ ہار یا جیت کا سفر ہے۔ یہ حرمین کی حاضری ہے۔ مقدس مقامات کے آداب ملحوظ رکھنے کی جا ہے۔ جھگڑا تو درکنار محتاط گفتگو، صبر و شکر کے احساس کے ساتھ رہنا، ہر قدم شریعت کی پاسداری میں اٹھانا ہی کامیابی ہے۔ یہاں جھگڑا، فساد، تصادم، بے باکانہ انداز اس سفر کے رائیگاں جانے کی نشانی ہے۔ اس لئے اس سفر میں جیت ایسی ہے کہ کوئی کامرانی اس کے برابر نہیں اور ہار ایسی ہے کہ کوئی نقصان اس سے بڑا نہیں۔ حج کے پانچ دن کا مسلسل سفر حرم مکہ سے منیٰ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، حرم پاک گویا زندگی گزارنے کی تربیت ہے۔ کامیاب زندگی کا سفر بھی اسی طرح گزرتا ہے کہ مسلسل محنت، قدرے آرام اور پھر نیا سفر۔ حج کا مسلسل سفر گویا زندگی اللہ کے لئے بسر کرنا ہے کہ نہ کہیں اٹکنا نہ الجھنا، پیہم گردش۔ پھولوں سے لدے گلزار میں رہنا اس سے لطف اندوز ہونا لیکن ہر دم اسے چھوڑ کر ابدی راحتوں کے لئے روانہ ہونے پر تیار رہنا۔ اس سفر میں زندگی کے سارے امتحان بیک وقت پاس کروائے جاتے ہیں۔ یہ وہ مجموعہ عبادت ہے جس میں پوری زندگی کے تمام پہلوؤں میں اصلاح ہوتی ہے۔ اسی لئے ارشاد باری ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:99) اور ارشاد نبوی "حج مبرور وہ ہے جو ظاہر و باطن کے لحاظ سے صحیح ہو" اور یہ کہ "حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔"

حاضرین ہمہ تن گوش بنے رہے گویا سفر حج کی کیفیت سے گذر رہے ہوں۔ چونکہ حج کا محور ذات باری تعالیٰ کے روبرو ہونے کا احساس اور اس کے سامنے ہتھیار پھینک دینے کا حوصلہ پانا ہے تو جان لینا چاہیے کہ یہ ساری کیفیات دل کو متوجہ الی اللہ کرنے سے ملتی ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے ذکر قلبی اور ذکر کثیر پر زور دیا ہے اور اولیاء اللہ اسی کے ذریعے اصلاح کردار کرواتے ہیں۔

ذکر قلبی کا طریقہ بتایا گیا۔ ذکر اور دعا کے بعد محفل اختتام پذیر ہوئی۔ بہت سی خواتین نے مراکز ذکر کے بارے دریافت کیا۔ انہیں لاہور کے مراکز ذکر کی فہرست دی گئی۔ محفل میں ہر شعبہ زندگی سے وابستہ

خواتین شریک تھیں۔ حاضرین نے سلسلہ عالیہ کی کتب کے سٹال سے خصوصاً اکرام التفاسیر، المرشد اور پمفلٹ کی خریداری کی۔ تمام حاضرین میں مایہ ناز تفسیر اسرار التنزیل کا تعارفی کتابچہ بھی تقسیم کیا گیا۔

اللہ کریم الاخوات کی مساعی جمیلہ قبول فرمائیں۔ شیخ المکرم کی تربیت کا رنگ اور آپ کا درد دروں ان محافل کی روح رواں ہے۔ الاخوات کی ان محفلوں میں آپ کو محبت وخلوص کی خوشبو ملے گی، اپنائیت کا احساس ملے گا، خیر خواہی کا ناپید اکنار سمندر ملے گا۔ یہ اللہ والوں نے اللہ کے ذکر سے آباد کی ہیں۔ مشائخ کی محبتوں کا ثمر ہے۔ یہ بے لوث محبتیں ہر آنے والے پر لٹائی جاتی ہیں۔ اللہ انہیں قائم ودائم رکھے۔

حوالہ جات

اس پروگرام کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:

☆ شیخ المکرم کی تفسیر اسرار التنزیل، اکرم التفاسیر۔ پمفلٹ حج وعمرہ اللہ کے لئے

☆ مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر معارف القرآن اور کتاب "مسائل حج"

☆ مولانا منظور نعمانیؒ کی کتاب "آپ حج کیسے کریں"

☆ وازارت مذہبی امور (ناشر قریشی انڈسٹریز کی کتاب سفر سعادت)

☆ منظور نعمانیؒ کی تالیف "معارف الحدیث" اور فتاویٰ عالمگیریہ۔ (فقہی مسائل)

شہد سے علاج

ڈاکٹر اقبال کاردار کی کتاب "شہد سے علاج" سے اقتباس

نزلہ وزکام:

شہد خالص کے دو بڑے چمچے۔ آدھے لیموں کا رس ملا کر دن میں دو تین بار پی لیا کریں۔ اگر لیموں کا موسم نہ ہو یا لیموں کا رس موافق نہ آئے۔ تو گرم پانی کی ایک پیالی میں ایک چمچہ شہد خالص ایک چھوٹا چمچہ آب ادرک تازہ پلائیں پینے سے جمع شدہ بلغم کا اخراج کردے گا۔

ضعف ہضم اور جسمانی تکان:

خرابی ہضم کی صورت میں خوب گرم پانی کی ایک پیالی میں ایک بڑا چمچہ شہد خالص ملا کر چائے کی طرح آہستہ آہستہ پئیں۔ دن میں تین مرتبہ پی لینے سے ہر قسم کی بدہضمی کی شکایت رفع ہوجائے گی۔ جسمانی تھکن کی صورت میں بھی اسی طریق پر شہد پینا حد درجہ مفید ہے۔ البتہ یہاں ایک چمچہ کے بجائے دو بڑے چمچے شہد گرم پانی کی ایک پیالی میں ڈال کر پئیں۔

میعادی بخار (ٹائیفائڈ)

جب مریض کسی قسم کی غذا نہیں کھا سکتا اور نہ اسے خواہش ہی ہوتی ہے، تو دو چھوٹے چمچے شہد لے کر آدھ پاؤ گرم دودھ میں ملا کر دیا کریں۔ اگر مریض دودھ بھی نہ پی سکتا ہو تو پھر گرم پانی میں ملا کر پلائیں اور دن میں کئی مرتبہ پلائیں کمزوری نہ ہونے پائے گی۔

معدے کی بیماریاں:

معدے کی ناسور میں شہد بہت فائدہ کرتا ہے۔ سینہ کی سوزش، تیزابی کیفیت متلی اور پیٹ کے درد میں کمی ہوجاتی ہے۔ خون میں سرخ خلیوں کی تعداد بڑھ جاتی اور اعصابی اُلجھن میں کمی ہوجاتی ہے۔ معدے کے ناسور کے مریضوں کا مشاہدہ کرکے ڈاکٹروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ شہد ایک مجرب نسخہ ہے جو ناسور کے مرض میں عام علاج سے بہتر پایا گیا۔

تجربے سے دیکھا گیا ہے کہ ناسور کے مریض کے لئے مناسب خوراک یہ ہوتی ہے روزانہ 30 گرام شہد ایک حصہ صبح ناشتے سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل اور دوسری خوراک کھانے کے تین گھنٹے بعد دو مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہے۔ اگر افاقہ نہ ہو تو پندرہ دن کے وقفے سے پھر اسی مقدار سے کھانا چاہیے۔ ناسور کے مریض کو مرچ، مسالے، پیاز، سرکہ اور تمام تیز چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ذکرِ قلبی
(بطریق پاس انفاس)

مولانا محمود خالد، بہاولپور

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O
رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ [24:37]

(ایسے) لوگ ہیں جن کو اللہ کے ذکر اور نماز ادا کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ (دنیا کا) کاروبار غافل کرتا ہے اور نہ خرید وفروخت۔

1۔حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ تفسیر مظہری ج8 ص383 میں لکھتے ہیں۔

"تجارت وغیرہ: مشغول رہنے کے باوجود تجارت نے ان کے دل کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں بنایا وہ باہمہ بھی ہیں اور بے ہمہ بھی۔ ظاہر میں لوگوں کے ساتھ دنیوی مشاغل میں ہیں اور باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ساری مخلوق سے بے نیاز۔"

2۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ تجارت تو وہ لوگ کرتے ہیں مگر تجارت ان کو ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔ ذکر اللہ تجارت کو چھڑاتا نہیں البتہ غفلت سے روکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ یعنی وہ ایسے ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر اللہ اور نماز اور زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی۔ ذکر فعل قلب ہے اور نماز فعل جوارح اور عبادت بدنی ہے۔ زکوٰۃ عبادت مالی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجارت وبیع ان کو نہ قلب کی عبادت سے غافل کرتی ہے نہ بدنی عبادت سے نہ مالی عبادت سے۔ اس میں یہ بھی بتلادیا محض عبادت ظاہری کافی نہیں بلکہ قلب کو بھی عابد وذاکر بناؤ۔ اور ظاہر ہے کہ ذکر قلبی مؤقت نہیں کیونکہ اس میں تعین وقت کی قید نہیں وہ تو ہر وقت ہوسکتا ہے کسی کلام میں اس سے حرج ہی واقع نہیں ہوسکتا بخلاف دوسرے اعمال کے جیسے نماز ہی ہے مثلاً اس میں وقت کا اس لئے تعین ہے اگر تعین نہ ہوتو دوسری ضروریات میں بڑی دقت پیش آئے، اسی طرح زکوٰۃ بھی ورنہ مال ہی فنا ہوجائے جس کا ضرر ظاہر ہے۔ پس مجموعہ دلائل سے یہ حاصل ہوا کہ نماز وزکوٰۃ تو وقت معین پر ادا کرو مگر ذکر ہر وقت کرو یعنی دل سے ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہو۔

(اشرف التفاسیر، ج3، ص127-128)

3۔حضرت موصوفؒ بیان قرآن میں لکھتے ہیں۔

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ......الخ O فِي الرُّوْحِ يَدْخُلُ فِيْ عُمُوْمِهِ الَّذِيْنَ حَصَلَ لَهُمُ الذِّكْرُ الْقَلْبِيُّ وَرَسَخَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ بِحَيْثُ لَا يَغْفُلُوْنَ عَنْهُ سُبْحَانَهٗ فِيْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ قُلْتُ هُوَ اَصْلُ الْمُقَامِ يُسَمّٰى بِمَلَكِهٖ يَادْدَاشْتُ مُقَامُ يُسَمّٰى بِخَلْوَتْ دَرْ اَنْجُمَنْ۔

مرد وعورت میں اس کے عمومی مفہوم میں وہ لوگ شامل ہیں جنہیں ذکر قلبی کی صلاحیت حاصل ہوجائے اور (ذکر) ان کے دلوں میں راسخ ہوجائے کہ وہ کسی بھی حال میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے غافل نہ ہوں۔ (ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کی یاد ان کے دلوں میں رچی بسی

ہو) یہ اصل ہے بلکہ یادداشت وخلوت درانجمن۔

4۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ تفسیر "ماجدی" ص 720 میں لکھتے ہیں۔

"خوب غور کرکے دیکھ لیا جائے اس خاص فضیلت کے موقع پر ذکر کس کا فرمایا گیا ہے گوشہ نشین تارکِ دنیا زاہدوں راہبوں کا نہیں بلکہ ان کا جو دنیا کے معاملات میں پوری طرح پڑے ہوئے ہیں۔ بیع وتجارت میں لگے ہوئے ہیں پھر بھی دل ان کے کہیں اور ہی اٹکے ہوئے ہیں فرائض میں غفلت نہیں کرتے ادائے حقوق میں سستی نہیں برتتے۔ صوفیہ کے مسئلہ خلوت درانجمن کی اصل یہیں سے نکلتی ہے۔

5۔ حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰنؒ (انڈیا) "مسائل السلوک کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے" "قرآنی تعلیمات" ص 449 میں لکھتے ہیں۔

اللہ کے نیک بندوں کو روزی ومعاش کے دھندے اللہ کی یاد اور اس کے احکام کی بجا آوری سے غافل و بے پرواہ نہیں کرسکتے بڑے سے بڑا بیوپار اور کوئی بھی خرید وفروخت اللہ سے غافل نہیں کرتی۔

سلوک: حکیم الامت نے اس آیت سے تصوف کے ایک مشہور مقالہ "خلوت درانجمن" کی اصل نکالی ہے (یعنی دل بیار دست بکار۔ دل تو اللہ سے وابستہ رہے اور ہاتھ پیر کاروبار میں)۔" اسی کو سرائیکی میں کہتے ہیں "دل یار دل ہتھ کار ول۔"

6۔ سید فضل الرحمٰن "احسن البیان"، ج 6، ص 132 میں لکھتے ہیں:

"یہ لوگ بظاہر تو دنیا کی تجارت اور کام کاج میں لگے رہتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ آخرت کی تجارت یعنی اللہ کے ذکر اور تسبیح وتہلیل میں منہمک رہتے ہیں۔ دنیوی تجارت اور خرید وفروخت ان کو اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں انہی کے دل نورِ ہدایت سے منور ہیں۔"

7۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ "معالم العرفان، ج 13 ص 800 میں لکھتے ہیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ پہلے درجے میں یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کی مدح ہے کہ ان کے ایمان اتنے پختہ تھے کہ دنیا کا کاروبار ان کے ذکرِ الٰہی میں حائل نہیں ہوتا تھا بعد والے لوگ تو ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے تاہم ایسے خدا پرست ہمیشہ رہیں گے جن کے تعلق باللہ میں کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اور وہ کاروبارِ دنیا کے ساتھ ساتھ ذکر وفکر میں بھی مصروف رہیں گے۔"

8۔ صاحب صقالۃ القلوب، ص 57 میں لکھتے ہیں۔

"ان کو خرید وفروخت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ صحابہ کرامؓ کی یہ حالت محض فیض صحبت فخر عالم ﷺ کا کرشمہ تھی لیکن اب "پاس انفاس" ایک ایسا شغل ہے کہ جس کی مشق کرلینے سے یہ بہت آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے کہ کوئی سانس بھی بغیر ذکر خالی نہ جائے اور کوئی طاقت بھی خرچ نہ ہو اور یہ شغل بھی دوسرے کام میں مانع نہ ہو۔ شیخ المکرم حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہم وبرکاتہم "اسرار التنزیل"، ج 4، ص 411 میں رقمطراز ہیں۔

"یہ ذاکرین ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ کی یاد اس کے ذکر، اس کی عبادت واطاعت اور اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے دنیا کا کوئی مفاد یا ذاتی کوئی غرض روک نہیں سکتی اور ہر آن اللہ کا ذکر کرنے کے باوجود اس کی بے نیازی سے ڈرتے ہیں۔"

اسی آیت کی تفسیر ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

"ذاکرین کا کام، ان کی تجارت، ان کی مزدوری انہیں ذکرِ الٰہی سے نہیں روک سکتی، اللہ کی عبادت میں رکاوٹ نہیں بنتی کہ ان کی نمازیں، روزے چھوٹ جائیں، زکوٰۃ ادا کرنے میں دولت کی محبت

رکاوٹ نہیں بنتی، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں مال کی محبت رکاوٹ نہیں بنتی۔ مزدوری کرتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں، پیسہ کماتے ہیں اور جب دوسرے غافل ہوتے ہیں تو یہ اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں جب دوسرے محروم ہوتے ہیں تو یہ اللہ کو سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ جب دوسرے سود کھانے میں مصروف ہوتے ہیں تو یہ زکوٰۃ ادا کر رہے ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کو صاحبِ حال کہا جاتا ہے۔" (کہ وہ حالت پر حاوی ہوتے ہیں)

(نقوش، جلد اوّل، ص 373)

قارئین کرام! صاحبِ مظہری سے صوفیہ کرام کی اصطلاح "باہمہ اور بے ہمہ" استعمال کر کے خود ہی تشریح فرما دی کہ ظاہر میں لوگوں کے ساتھ دنیوی مشاغل میں ہیں اور باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ساری مخلوق سے بے نیاز۔" نمبر 3 تا 5 میں "یادداشت" اور "خلوت در انجمن" کی اصطلاحات استعمال ہوئیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہؒ خلیفۂ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔

خلوت در انجمن: یہ کہ ظاہر میں خلقت کے ساتھ رہے اور باطن میں اللہ کے ساتھ یعنی ہر حال میں حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

(شریعت وتصوف، ص 239)

یادداشت: یہ کہ ہر حالت میں اور ہر وقت میں خدا کی طرف متوجہ رہے بعض حضور قلب کو یادداشت کہتے ہیں۔

(شریعت وتصوف، ص 420)

حضرت مولانا سید سعید الحسن شاہ ارشاد السلوک، ص 251 اور 252 پر لکھتے ہیں۔

خلوت در انجمن: یہ ہے کہ ظاہر با خلق ہو اور باطن با حق ہو۔

یادداشت: یہ ہے کہ ہر سانس میں خدا کی طرف متوجہ ہو بطور ذوق۔

نمبر 8 میں "پاس انفاس" کا ذکر ہوا۔

حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہؒ لکھتے ہیں "طریق شغل پاسِ انفاس بذکر اسم اللہ"..... ذاکر اس قدر زیادتی بلحاظ صحت وفرصت کرے کہ سانس ذکر کا عادی ہو جائے اور حالت بیداری میں فراغ ومشغول میں ذاکر رہے اور ماسویٰ اللہ سے قلب بالکل صاف ہو جائے۔

(شریعت وتصوف، ص 148)

حضور زیادتی شوق اور ملکہ یادداشت کے لئے پاس انفاس بہترین اور تمام اشغال میں آسان شغل ہے..... پھر اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر حال میں اس کا تصور جمائے رکھے، اوّل دھیان کی ضرورت ہے پھر بے دھیان جاری رہتا ہے (جو صاحبان کم زور ہوں ان کو یہ شغل طبعی سانس کے آمد ورفت میں ہی کافی ونافع ہوگا) ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(شریعت وتصوف، ص 243)

حاصل یہ کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جنہیں خرید وفروخت اور دیگر دنیوی مشاغل اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے وہ ہر وقت اور ہر حال میں یادِ الٰہی میں ہوتے ہیں اسی کو باہمہ وبے ہمہ، خلوت در انجمن اور یادداشت کہتے ہیں اور ملکہ یادداشت کے لئے "پاسِ انفاس" آسان طریقہ ذکر ہے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ خصوصیت سے اس کی مشق کراتا ہے۔

تو آیئے اس خدا فراموشی کے دور میں اللہ کا بندہ بننے اور دنیوی امور سرانجام دیتے ہوئے اپنے قلب وقالب کو ذاکر بنانے کے لئے دار العرفان منارہ میں شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہٗ العالی کی صحبت اختیار کریں۔

صحبتِ یک ساعتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

توسیع مسجد دار العرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،
یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میرِ کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دار العرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا
مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلّیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دار العرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کرسکتا ہے

منجانب: **مرکزی دفتر دار العرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال**

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرّم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: **صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دار العرفان منارہ 0543-562200**

not have any personal rivalries with anyone; whoever comeshere It is purely for learning Deen; rather it is our deepest wish that everyone gets what they wishes and what they deserve at this institution. However, we cannot do things just for the pleasure of some people, because all these blessings are for real and not based upon some imaginative notions or false beliefs. Who among the believers could be bold enough to lie about the Court of the Holy Prophet-SWAS? And while those who make up such lies, definitely find their fate in destruction.

Therefore, friends should not insist nor should they be frustrated by postponement of their oath; rather they should make up for the deficiencies and mistakes which are already pointed out to them. And later when they get free time, they can visit here and their oath will be completed.

The above verse which I took the honour of reciting, points towards some very amazing things outlined by Allah-swt. What is the reality of mankind ? What is their life based on?

Generally speaking, the human body is made of a handful of clay and its creation was based upon a single drop of a vital liquid. But the reason for the highly exalted status of the mankind among other creations was only because of Rooh that was infused inside the material body. قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ Say: "The Spirit (cometh) from the Amr of my Lord-swt, that the spirit is from the Amr of the Almighty-swt. Amr is an attribute of Allah-swt, and like the eternal self-existence of Allah-swt, the attributes of Allah-swt are also eternal and self-existent. There is not a single attribute of Allah-swt which was created later and then associated with HIM, neither can any attributes of Allah-swt become extinct or face an end. Since HE-swt is eternal, similarly all of HIS-swt attributes are also eternal.

(To be Continued)

world. Similarly passing away of a pious does not affect the worlds system as well as the death of a sinful. The only thing that matters is the life and time in this world which is the basis for success or failure in the life after death. The only thing that matters is about the importance we attach to various things in our lives.

The blessed moments of this gathering are very precious and full of barakat, and we all should try to gain as much as possible from these moments and the more time we devote to it, the more shall we gain. All praise be to Allah-swt that such blessed gatherings continue all around the year and people come and gain barakat. Even before beginning of this gathering, brothers from India came and stayed here for as long as they could devote their time and energy, and by the Grace of Almighty Allah-swt, they must have obtained the barakat for which they have strived. It is advised to all of you that if you have time, you can come here throughout the year and stay here for as long as you want and try to receive these barakat.

Spiritual oath(roohani bayt)of some friends was postponed during the previous days. Please remember that the spiritual oath(roohani bayt) that we offer is not some kind of hypnosis or imaginary act; rather, by the Grace of Almighty Allah-swt, it is based upon truth and real facts where the Rooh of the seeker is presented in the court of the Holy Prophet-SAWS and the oath is taken on the blessed hands of the Holy Prophet-SAWS It is worth mentioning that postponement of the oath of some friends was due to their own shortcomings, and it is important that after their deficiencies are pointed out, they strive to fill those gaps with full devotion. And once these deficiencies are all ameliorated, they can come all around the year, any time and their oath will be taken. They should not feel ignored because we do

Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munarah

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ

Al-Baqara [2:152]

All Praise is to Allah-swt, Who blessed us the opportunity for His-swt zikr and His-swt remembrance. He-swt also blessed us with the ability to infuse our hearts with the knowledge of Deen, to beautify our eternal life and to enlighten ourselves. These were just a handful of days which by the Grace of Almighty, have ended successfully. All those assigned with duties,such as security incharge or of kitchen work and housekeeping have all done their jobs diligently.

The system of this world is very strange. Everybody thinks that the whole system pivots around him, and would collapse without him. However when they leave this world, strangely thereafter, nobody even feels their absence. Similarly, many friends among us have the same misconception about themselves and they miss the barkaat of all these blessed moments. They think their worldly activity is vital in order to secure a safe future for their survivors. But this is wrong. The system of the world continues unabated and the matters of this universe are in the command of Allah-swt which could not be affected by the arrival or the departure of an individual.

The departure of a king is as insignificant as the death of the dispossessed in the system of this

had a quarter of the night passed when Qazi Ji rua started Zikr. One by one Sathis joined him. Often, Qazi Ji rua, in a transported state, described in detail, whatever he saw while passing through different stations. Even now, he was describing a station. The stations kept changing, but who could keep pace with Qazi Ji rua? From up above Qazi Ji rua looked down on himself. He started berating himself that he was nothing, a nobody, the lowest of the low, a sinner. For a long time he poured scorn upon himself and then started counting the Blessings bestowed by Allah swt.

The Jum'ah Salah would be held in the adjacent open area which despite its continuous expansion seemed stringent every year. An important event of the Ijtema' was the address by Hazrat Ameer ul Mukarram-mza on the first night.

On the return trip Hazrat Ji rua would spend a night in Kot Miana at the residence of Makhdoom family. One of their family members, Makhdoom Mumtaz Ahmed was an alcohol dependent, and many times was found in an inebriated state in the streets. Every effort was expended to rehabilitate him but nothing worked. When his mother requested Hazrat Ji rua to pray for her son, he asked her to send him to Munara for the 1975 annual Ijtema'. He came and stayed there for ten or twelve days and when he returned he not only gave up alcohol completely but also started doing Zikr and grew a beard. When the news spread about his giving up alcohol, a request was made to Hazrat Ji rua about another Shi'a youth but Hazrat Ji rua refused saying, "Can a cooked seed ever sprout and grow?"

It would not be out of place to mention another anecdote with reference to the Ijtema' of Langar Makhdoom, although it concerns the Ijtema' of 1994, much after the passing of Hazrat Ji rua. In this Ijtema' the famous religious scholar Dr. Ghulam Murtaza Malik rua participated and Hazrat Ameer ul Mukarram-mza instructed that he be presented to the Masha'ikh. In the throng of the Ahbab, Doctor Sahib could not find his shoes, so he set off barefooted as he did not want this to be the cause of his lateness. After Zikr, when he was presented to Hazrat Sultan ul Arifeen rua, he could not stop himself from weeping. During the presentation it was felt Hazrat Sultan ul Arifeen had said something to him. When he was leaving the Mazaar, the author asked him what Hazrat Sultan ul Arifeen rua had said to him in Arabic. He replied, 'Should I tell you what he said. He recounted to me the Holy Prophet saws's words:

"This is the assembly of those persons in which a participant will never remain wretched."

(To be Continued)

Tawajjuh. In the pre-dawn Zikr, he saw that stars were falling from the sky into his lap and with this he was granted spiritual sight.

After Maulana Nazeer Ahmed entered the Silsilah, the local people started attending the Langar Makhdoom Ijtema'. The Makhdoom family also started attending the Ijtema' and after some time took over the responsibility for its arrangement which was held on the land given in endowment for the Mazaar by Tehsildar Wazir Ali, at the behest of his teacher Hazrat Maulana Abdur Rahim rua.

After the Silsilah was transferred to Hazrat Ji rua; in the annual Ijtema' at Munara in 1972 a large number of Ahbab were granted the Spiritual Pledge, who no longer needed to be taken to the Mazaar of Hazrat Sultan ul Arifeen rua for confirmation, but even so the Langar Makhdoom Ijtema' was convened there, although the following year it could not be held. In 1974, again the Ijtema' did not take place at Langar Makhdoom but a Sathi saw Hazrat Sultan ul Arifeen rua in his dream, who complained that Hazrat Ji rua had stopped coming himself and had left him with drug addicts. When Hazrat Ji-rua was told this, the Ijtema' was resumed in 1975. The Ahbab from all over the country would collect at the Sargodha Bus Terminal and from there be bussed to the Mazaar. This continued till late at night. Hazrat Ji rua would arrive at Langar Makhdoom on a Thursday and go directly to the Mazaar of Hazrat Sultan ul Arifeen rua, where he remained in Maraqbah for some time. Then he would go and pay his respects at the grave site of Hazrat Maulana Abdur Rahim rua. When the Ijtema' ended on Saturday morning, he would again go and pay his respects to the two Masha'ikh before leaving.

Every city or local area Jama'at would also collectively go and pay their respects to Hazrat Sultan ul Arifeen rua. It was the duty of the senior members, especially those who were also blessed by spiritual insight to present the Ahbab to Hazrat Sultan ul Arifeen rua, who would sometimes give some Ahbab special instructions regarding spiritual matters, but at times specific and personal instructions were also given, which were understood only by the person concerned. During the day, Ahbab went in different groups to the Changaranwala graveyard also to pay their respects to HazratQutb rua, Makhdoom Burhan ud Deen rua and other saints buried there.

During these conventions, it was Hazrat Ji rua's habit to stay at Langar Makhdoom for two nights. He would himself conduct the Maghrib and Tahajjad Zikr, but even at other times, Ahbab continued doing Zikr either individually or collectively. Some of them spent the whole night in Zikr. One night, the author happened to lay his bedding near Qazi Ji rua, hardly

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

CONGREGATIONS

From Previous Month

Half-heartedly, in compliance of his father's advice, Maulana Nazeer Ahmed Makhdoom did go to Changaranwala, but in his critical view there was no room to believe that the Recitation at the Mazaar of Makhdoom Burhan ud Deen rua could bring about any effect. After three days Maulana had a dream in which he saw all the five Saints of the Makhdoom family come out of their graves and at the same moment Hazrat Ji rua came riding a red horse from the west. These Saints took hold of his hand and giving it to Hazrat Ji rua said, "He is our son, please guide him."

When he came back home he related his dream to his father who advised him to present himself to Hazrat Ji rua. In those days Hazrat Ji rua was about to visit Langar Makhdoom and on 15th of Sh'aban was to offer his Zuhr Salah at the Bus Terminal Masjid and then leave for Langar Makhdoom with the Ahbab. Maulana Nazeer Ahmed went to Sargodha with the intention to meet Hazrat Ji rua who was at the time inside the Masjid. Maulana entered and offered his prayers in the Masjid courtyard. He had many doubts concerning Hazrat Ji rua. For protection he read the Ayat ul Kursi (The Verse of the Chair) and blew on himself and went into Hazrat Ji rua's presence. Hazrat Ji rua took hold of his hand and told him to sit beside him, but the Maulana tried to retract himself. Hazrat Ji rua held his hand firmly and said, "I know you from before, but the five personalities that have sent you to me, I have great regard for them."

When Maulana Nazeer Ahmed heard this from Hazrat Ji rua, he felt extremely ashamed, the condition of his heart changed in an instant and there remained no doubts or critical views that remained to be addressed. He was a scholar since long, but now he perceived the truth that this was the real study of Deen and that the blessings from the Holy Prophet saws are ever continuous and the Men of Allah are always present at all times on this earth to distribute these blessings. He attended the 1968 Ijtema' with Hazrat Ji rua, who himself taught him to do the Lata'if and gave him

Safar ul Mazaffar 1435h

December 2013

اَلشَّیْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ (بخاری)

That the Satan keeping his eyes on human qalb, waits for an opportune moment to attack. When a person engages in Zikr Allah, he goes away, and when a person is heedless the Satan comes forward and whispers unto the qalb.

The reality of gratitude is to obey Allah-SWT. Obeying Allah-SWT is showing gratefulness to Him. The more one obeys, the more he expresses his gratitude.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL-#-15
17-AWAISIA SOCIETY COLLEGE ROAD TOWN SHIP LAHORE

Wazir Khan Masjid (Lahore)

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔
9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔
آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255